بنیاد، جلد۱۳، ۲۰۲۲ء

ساجد صدیق نظامی*

خود نوشت سوانح عمری سردار بہادر لالہ امین چند

Autobiography of Sardar Bahadur Lala Amin Chand

Abstract:

Just after the partial annexation of Punjab in 1846 by the East India Company, Sardar Bahadur Lala Amin Chand joined the Company's administrative service and became a prominent civil servant of Punjab. He wrote, translated, and compiled nine books during his service. He visited major cities across India from September 1850 to December 1852 and penned a travelogue named *Safarnāma-i Amīn Chand*—one of the earlier travelogues written in Urdu. This article introduces and presents the critically edited text of his autobiography. Besides appraising the *Tawārīkh-i Qaum-i Kẖashtriyāṅ* (an introductory account of Kshatriya, a renowned Indian caste), the article brings out Amin Chand's major biographical yet formative events for the first time in Urdu.

Keywords: Amin Chand, Urdu, Travelogue, Safarnama, Kshatriya, India, History.

اردو کے چند اوّلین سفر ناموں[۱] کی فہرست میں سفر نامہ امین چند کا نام بھی نظر نواز ہوتا ہے۔ لالہ امین چند کے اس سفر نامے کا پہلا حصہ، پہلی بار ۱۸۵۴ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ ہر دو حصوں سمیت، اس کی دوسری اشاعت ۱۸۵۹ء میں مطبع کوہِ نور، لاہور سے عمل میں آئی۔ لالہ امین چند ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۲ء تک ہندوستان کے مختلف علاقوں پنجاب، کشمیر، سندھ، دکن، مالوہ، خاندیش، راجپوتانہ، بنگال وغیرہ کی سیر وسیاحت کرتے رہے۔ مصنف کا یہ سفر یکم ستمبر ۱۸۵۰ء کو انبالہ سے شروع ہوا اور ۶ دسمبر ۱۸۵۲ء کو علی گڑھ میں اختتام کو پہنچا[۲]۔ سیاحت مکمل ہونے پر یہ سفر نامہ تصنیف کیا۔

اس سفر نامے کی دو اشاعتیں پانچ سال کے وقفے ہی میں سامنے آگئی تھیں لیکن اس کے بعد اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ اسی طرح مصنف کے بارے میں بھی کوئی قابلِ ذکر معلومات سامنے نہ آسکیں۔ امین چند کے بارے میں بس وہی از حد قلیل معلومات محققین کے سامنے رہیں جو امین چند نے سفر نامے کے آغاز میں خود لکھ دی تھیں۔ مثلاً یہ کہ ان کا تعلق ضلع ہوشیار پور کے

قصبے بجواڑہ سے تھا۔ نیز وہ سرکارِ انگلشیہ کی ملازمت میں تحصیل دار تھے[۳]۔ یا پھر سفرنامہ امین چند کی دوسری اشاعت کے ایک اشتہار سے، جو ہفت روزہ کوہِ نور لاہور میں ۲۲ نومبر ۱۸۵۹ء کو شائع ہوا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترقی کرتے کرتے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، راولپنڈی ہو گئے تھے[۴]۔

البتہ ارشد محمود ناشاد نے خاصی تحقیق کے بعد امین چند کی چند ایک مزید تصانیف ہدایت نامۂ پٹواریاں (۱۸۵۴ء)، تاریخ سیال کوٹ (تاریخ اشاعت و تصنیف نامعلوم) اور *Report on the Land Revenue Settlement of Hissar Division of the Punjab* (۱۸۷۵ء) کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز انھوں نے امین چند کی سرکاری ملازمت سے متعلق چند اہم سنین کا بھی معلوم کیا ہے[۵]۔ منشی امین چند کے بارے میں اس سے زیادہ معلومات ہم دست نہیں ہوتیں۔

پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مرکزی کتب خانے میں منشی امین چند کی قدرے مناسب ضخامت کی ایک کتاب تواریخ قومِ کھشتریاں محفوظ ہے جس کا ذکر ابھی تک منشی امین چند یا اُن کے سفرنامے پر تحقیق کرنے والوں نے نہیں کیا۔ کتاب کے عنوان سے تو اندازہ نہیں ہوتا مگر اس کے مشمولات و محتویات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امین چند کے خاندانی و نجی حالات کے ضمن میں یہ نہایت اہم ماخذ ہے۔ تواریخ قومِ کھشتریاں کے حصہ چہارم و پنجم میں امین چند نے ''سوانح عمری'' کے عنوان سے اپنی جائے پیدائش، خاندان، ذاتی معلومات، تصانیف، ملازمت کے مدارج اور ذمہ داریاں اور انگریز افسروں سے تعلقاتِ کار جیسے موضوعات پر بہ تفصیل قلم اٹھایا ہے۔ اس مضمون میں تواریخ قومِ کھشتریاں کا تعارف کروایا جارہا ہے اور امین چند کی خودنوشت سوانح عمری کا متن ترتیب دیا جارہا ہے۔

کتاب کی کل ضخامت ۱۲۹ صفحات ہے۔ یہ مطبع فوق کاشی، دہلی سے منشی انبی پرشاد کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ سرورق پر سنہ اشاعت کی تصریح نہیں ہے، البتہ ''تتمہ جات'' کی چند ایک دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ۱۸۸۰ء یا ۱۸۸۱ء میں تحریر کیا گیا ہو گا۔ خاتمہ کتاب کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتابت ۲۰ جمادی الاول ۱۲۹۹ھ بہ مطابق ۱۰ اپریل ۱۸۸۲ء بہ روز چہار شنبہ مکمل ہوئی۔ گمان ہے کہ اسی برس اس کی اشاعت عمل میں آئی ہو گی۔ سرورق کی عبارت یوں ہے:

تواریخ قوم کھشتریاں

جس کو

بہ نظر فائدۂ عام، قوم کھشتریاں کہ جو کھتری کے نام سے نام زد ہیں

مع

تواریخ اپنے خاندان اور اپنی سوانح عمری کے

جو

بطور استفادۂ خاص، اپنی آئندہ نسلوں اور اپنے خاندان والوں

کے

سردار بہادر امین چند صاحب، سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب، حال جوڈیشل

اسسٹنٹ کمشنر ضلع اجمیر، ملک راجپوتانہ، قوم کھشتری، سیونی (بونجائی)

ملقب بہ لقب لالہ، رئیس بجواڑہ، ضلع ہوشیارپور، ملک پنجاب نے

ترتیب و تالیف کی

مطبع فوق کاشی، دہلی میں منشی انبی پرشاد، مالکِ مطبع کے اہتمام سے چھپی

سرورق پر ہی عبارت سے اوپر امین چند کے وطنِ مالوف بجواڑہ کے قلعۂ کہنہ کی قلمی تصویر بھی بنائی گئی ہے۔ سرورق کے بعد صفحہ ا سے ''تمہید'' کا آغاز ہوتا ہے۔ دو صفحات کی تمہید کے بعد چھ صفحات کی مفصل فہرست ہے۔ فہرست کے بعد کے صفحے پر منشی امین چند کی تصویر ''تصویر جناب سردار منشی امین چند صاحب بہادر، مؤلف تاریخ ہذا کہ جو بہ مقام آگرہ ۱۸۷۸ء میں بحالتِ بیماری کھچوائی گئی تھی'' کی عبارت کے ساتھ دی گئی ہے۔ یہ تصویر کوئی ''صاحب نظر'' اتار لے جا چکے ہیں، لہٰذا اب صرف تصویر کے چوکھٹے کا حاشیہ ہی باقی رہ گیا ہے۔

کتاب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اوّل: چھتری برن اور چھتری سے کھتری کہلانے کی وجہ کے بیان میں (ص ۱ تا ۱۶)

حصہ دوم: کھشتریوں کی درجہ بندی اور ان کی تفریقوں کی تشریح (ص ۱۷ تا ۲۵)

حصہ سوم: مؤلف کے خاندان کی تواریخ (ص ۲۶ تا ۵۵)

حصہ چہارم: مؤلف کا سوانح عمری [کذا] (ص ۵۶ تا ۸۸)

حصہ پنجم: خاتمہ کتاب (ص ۸۹ تا ۹۲)

تتمہ جات (ص ۹۳ تا ۱۲۹)

''تمہید'' کا آغاز ناگری حروف میں لکھی گئی ''پرارتھنا'' سے کیا گیا ہے۔ لکھا ہے: ''ایشور پرَماتما تیرے ہی نام سے اس کا آرمبھ ہے۔ تُو ہی اِس کو سمپُورن کرنے والا ہے[۶]۔'' تمہید کی عبارت اس طرح سے ہے:

دنیا آوا گون ہے۔ زمانہ کا انقلاب دولاب کی طرح چکر مارتا رہا ہے۔ انسان کی زندگی چوں حباب بر آب ہے۔ جب

مجھ میں جسمی طاقت قائم تھی اور قُواسب درست تھے تو ہمیشہ بلند پروازی کے خیال دل میں آتے تھے۔ کسی کام کی نسبت کہا جاتا تھا کہ دو برس میں کیا جاوے گا، کسی کو چار برس میں، کسی کو دس برس میں۔ اب جو بیماری میں مبتلا ہوا تو وہ سب خیالات خواب کی طرح جاتے رہے۔ یہ بھی بھروسا نہیں کہ کل تک زندہ رہوں یا نہ رہوں۔

مدت سے میری خواہش تھی کہ خاندان کی تواریخ لکھوں کیوں کہ بزرگانِ سابق میں سے کسی نے اس کو لکھا نہیں۔ گو بہت سی باتیں سینہ بہ سینہ زبانی کہانیوں کے طور پر چلی آتی ہیں کہ جس کی یادداشتیں روز بروز کم ہوتی جاتی ہیں۔ اگرچہ اب بھی مجھ کو اُن حالات سے کامل واقفیت نہیں کہ جیسا ہمارے بزرگوں کو تھی لیکن سنی سنائی باتیں اور روایتیں اور نیز تحریری سندیں، کہ جو میں نے اسی خیال کی تکمیل کے واسطے جمع کر رکھی تھیں۔ شاید میرے بعد اس قدر مجموعہ یادداشتوں کا کسی اور کو بہم نہ پہنچ سکے۔ چوں کہ اب زمانہ فرصت کا بہت کم ہے، اس واسطے میں زیادہ ڈھیل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ پس جیسا حالات اور واقعات مجھے معلوم ہیں، اس کو سادہ عبارت میں اپنے خاندان والوں کی آگاہی کے واسطے قلم بند کرتا ہوں۔ آئندہ کی نسلوں میں سے اگر کسی کو زیادہ موقع ملے تو وہ اور زیادہ تنقیح اور تحقیقات کے ساتھ اس تواریخ کو بڑھا سکتا ہے اور عمدہ عبارت میں لکھ سکتا ہے مگر بالفعل اُس کی عدم موجودگی سے، اِس کی موجودگی بہر حال غنیمت ہوگی۔

چوں کہ اس تواریخ کے ابتدائی حصوں میں کچھ کچھ حال چھتری برن اور نیز کھشتریوں کے درجوں کی تفریق کا مختصر طور پر لکھا جانا منظور ہے، اس واسطے اس مجموعہ کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے[۲]۔

پہلے حصے میں کھشتریوں / چھتریوں کی وجہ تسمیہ اور کھشتریوں میں سورج بنسی اور چندر بنسی کھشتریوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ''چھتری، کھتری کیوں کہلاتے ہیں؟'' کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ پھر راجپوت راجاؤں کے خاندان اور شجرے کی نسبت اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہریش چندر شاستری دہلوی کے نقل کردہ چند اشلوک ناگری رسم الخط میں مع اردو ترجمہ لکھے ہیں جن سے کھشتریوں کے نسلی تفاخر کا اظہار ہوتا ہے۔

دوسرے حصے میں کھشتریوں کی نسلوں، ذیلی ذاتوں اور گوتوں کی درجہ بندی کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس مقصد کے لیے مصنف نے منشی گنیش داس، ساکن گجرات کی کھشتریوں کی تواریخ (جو اُن کو لالہ ٹھاکر داس کھشتری دُوگل، ساکن وزیر آباد، کے توسط سے حاصل ہوئی تھی) اور اخبار سائنٹفک سوسائٹی، علی گڑھ کے ۱۸ نومبر ۱۸۷۰ء کے شمارے میں کھشتریوں کی تاریخ پر شائع ہونے والے مضمون سے بھی استفادہ کیا ہے۔ نیز اسی تحقیق کے دوران پنڈت سردھارام پھلوری سے زبانی گفتگو بھی رہی اور زبانی روایتوں سے بھی اعتنا کیا جو خاندانی بزرگوں سے سنی تھیں۔ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سب فرقوں کے کھشتری، چھتری بنس میں سے ہی ہیں۔ ونیز سب ایک ہی برادری ہیں۔ جہاں تک دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مسلمانی سلطنتوں سے پہلے اُن کے باہم کوئی درجہ بندی نہیں تھی۔ البتہ شناخت کے واسطے ذاتوں کی تفریق ضرور تھی۔ کسی کی ذات پیشے پر نازد ہوگئی، کسی کی ذات مورثِ اعلیٰ کے نام پر مبنی ہے، کسی کی جائے سکونت کے لحاظ پر۔۔۔ مشہور ہے کہ غوری سلطنت کے آخری زمانہ میں بعہد شاہ علاؤالدین خلجی، کھشتریوں کی تفریق درجہ وار ہوئی ہے[۸]۔

حصہ سوم میں امین چند نے اپنے خاندان اور جائے وطن کی تاریخ قلم بند کی ہے۔ پہلے بجواڑہ کی مختصر تاریخ اور وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

بجواڑہ کا اصلی نام، برج واڑہ ہے۔ اس کی وجہٗ تسمیہ کی دو روایتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ جو چھتری اوّل ہی اوّل یہاں آکر آباد ہوا تھا، وہ بَرِج دیس کی طرف سے آن کر آباد ہوا تھا۔ اس وقت اس موقع کا نام برج واڑہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ واڑہ، جائے سکونت کو کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ تھا کہ برج والوں کی جائے سکونت۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جس موقع پر یہ قصبہ آباد ہے، وہ موقع نہایت پُر فضا سرزمین رکھتا ہے۔ ایک طرف ہمالیہ پہاڑوں کا نظارہ نظر آتا ہے، دوسری طرف آنبوں کے باغات کی کثرت۔ آبشاریں جابجا بہ رہی ہیں۔ غرض کہ زمین وہاں کی قدرتی طور پر فرحت افزا ہے اور عمدہ آب و ہوا کے لحاظ سے ایسی رَینِک [دل کش، خوب صورت] جگہ ہے جیسے برج کا دیس۔ برج کی تشبیہ سے اس کا نام برجواڑہ کہلایا گیا۔۔۔ کہ جو پیچھے سے غلط العام ہو کر بجواڑہ رہ گیا[۹]۔

اس کے بعد مصنف نے بجواڑہ کے رہائشیوں اور باشند گان کی تفصیل اور ان کے یہاں بسنے کی تاریخ بیان کی ہے اور پھر اپنے خاندان کی تاریخ بیان کرنے کی طرف آئے ہیں۔ لکھا ہے کہ ہمارے خاندان کے مورثِ اعلیٰ لالہ بنی داس، شہنشاہ اکبر (۱۵۴۲ء-۱۶۰۵ء) کے دیوان ٹوڈر مَل (۱۵۰۰ء-۱۵۸۹ء) کے دفتر میں معزز و مقتدر عہدہ دار تھے[۱۰]۔ ان کے بعد لالہ گوکُل داس نے جہانگیر (۱۵۶۹ء-۱۶۲۷ء) کے عہد میں ترقی پائی اور ''ڈیوڑھی ہائے بیگماتِ شاہی'' کی خدمت پر مامور رہے۔ جہانگیر نے اُن کو سات قطعاتِ باغ بہ طور املاک عطا کیے تھے[۱۱]۔

لالہ گوکُل داس کے بعد ان کے پوتے لالہ قولاپت نے عروج حاصل کیا۔ وہ مغل سلطنت کے زوال اور مشرقی پنجاب میں سکھوں کی غارت گری کے دنوں میں پرگنہ بجواڑہ کے منتظم مقرر ہوئے اور ''لالہ'' کا خطاب پایا۔ بعد میں اُن کے پوتے اور لالہ موج رائے کے بیٹے لالہ دُنی چند اپنی خدمات کے صلے میں آدینہ بیگ خاں (ناظمِ سرکار دوآبہ جالندھر) کے پگڑی بدل بھائی رہے۔ ان کا انتقال ۱۷۷۳ء میں ہوا اور ان کے بیٹے لالہ لعل جی مَل ان کے جانشین ہوئے[۱۲]۔

اس تفصیل کے بعد مصنف نے خاندانی جائیدادوں کے مختلف جھگڑوں کی بابت چند صفحات لکھے ہیں اور پھر لالہ دُنی چند کی اولاد کی تفصیل کی جانب آ گئے ہیں۔ ایک جدول بنا کر لالہ دُنی چند اور ان کے دو اور بھائیوں کی قریباً ۴۸ اولادوں کی کیفیت بیان کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لالہ دُنی چند کے بیٹے لالہ لعل جی مَل کے تین بیٹے تھے: لالہ چوہڑ مَل، لالہ چڑہت رام اور لالہ کشن چند۔ لالہ کشن چند کے تین بیٹے ہوئے: لالہ پربھ دَیال، لالہ نہال چند اور لالہ پُورن چند۔ لالہ نہال چند کے تین بیٹے ہوئے: سردار بہادر امین چند، لالہ ٹھاکر داس اور لالہ حکم چند، ایم اے۔ نسب کی اس تفصیل میں مصنف ہر شخص کے سامنے اس کی خدمات کی مختصر نشان دہی کرتے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے بیشتر افراد تعلیم پا کر پنجاب اور کشمیر میں اچھی ملازمتوں پر فائز تھے۔ خاندانی ناموری کا تذکرہ کرنے کے بعد مصنف نے اخلاف کو یہ نصیحت کی ہے:

> آئندہ کو شہرت اور بزرگی اس خاندان کی تب قائم رہ سکے گی جب اس خاندان کے لوگ اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلائیں گے۔ اگر اس خاندان میں سے دو چار آدمی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ درجے کو پہنچتے رہیں گے تو اُن کے ذریعے سارا خاندان اس ناموری کو قائم رکھ سکے گا۔ اسی واسطے میں اپنے خاندان کو نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلاؤ۔ بھوکے رہو اور فضول خرچی دور کرو مگر اولاد کی تعلیم سے غافل نہ رہو کہ جس سے تمھارا نام اور تمھاری عزت اور تمھارا خاندان قائم رہ سکے"[۳]۔

کتاب کے چوتھے اور سب سے اہم حصے میں لالہ امین چند نے اپنی مختصر سوانح عمری لکھی ہے۔ پانچواں حصہ بھی ایک طرح سے اس سوانح عمری کا تتمہ ہی ہے۔ ان دونوں حصوں کو یک جا پڑھنے سے لالہ امین چند کی زندگی اور افکار سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ ان دونوں حصوں میں موجود سوانح عمری کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا مرتبہ متن تواریخِ قوم کھشتریاں کے تعارف کے بعد دیکھا جا سکتا ہے۔

تواریخِ قوم کھشتریاں کے اختتام پر "تتمہ جات" میں آٹھ ضمیمہ جات دیے گئے ہیں۔ ان ضمیمہ جات میں خاندانی شجرہ، نقل سند جہانگیر بادشاہ، نقل سند شاہ جہاں، نقل استشہاد نامہ، منشی گنیش داس باشندہ گجرات کی کتاب سے کھشتریوں کی ذاتوں کے بارے معلومات، گورنمنٹ پنجاب کے مختلف افسروں سے خط کتابت کی نقول جن ۷۷ انگریز افسروں سے مؤلف کا ربط ضبط رہا، ان کی فہرست مع مختصر کیفیت وغیرہ شامل ہیں۔

امین چند کی خود نوشت کے مطالعے سے ان کی ابتدائی زندگی اور ملازمت کے بارے میں خاصی مفید معلومات ہم دست ہوتی ہیں۔ ان معلومات کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

امین چند ۲۳ اسوج ۱۸۸۴ سمت بہ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو بجواڑہ (ضلع ہوشیار پور) میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم،

روایتی طور پر گھر پر ہی ہوئی اور بعد میں ایک فارسی مدرسے میں داخل کروایا گیا۔ تعلیمی مراحل کی نگرانی ان کے دادا لالہ کشن چند کرتے رہے۔ آٹھ برس کی عمر میں ان کی شادی ہوئی۔ ۱۸۴۶ء میں اٹھارہ برس کی عمر میں رائے بھاگ سنگھ کھشتر بھنڈاری کی سفارش پر انگریز حکومت میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۰۳ سمت بہ مطابق ۱۸۴۶ء کو ان کا بیٹا لالہ رام چند پیدا ہوا۔ اگست ۱۸۵۰ء تک ڈپٹی کمشنر ہوشیار پور کے دفاتر میں ہی مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ پھر یکم ستمبر ۱۸۵۰ء کو ملازمت سے استعفیٰ دے کر ہندوستان کی سیاحت کو نکل پڑے۔ اس وقت امین چند تحصیل دار، تحصیل انبالہ کے عہدے پر کام کر رہے تھے۔ اسی سیاحت کے دوران ان کے والد اور تایا انتقال کر گئے۔

سیاحت سے واپسی کے بعد دوبارہ انگریزی ملازمت اختیار کی اور ۱۱ فروری ۱۸۵۳ء کو ضلع راول پنڈی میں سر رشتہ دار مقرر ہوئے۔ بعد ازاں یکم جون ۱۸۵۵ء کو ضلع راول پنڈی ہی میں سپرنٹنڈنٹ محکمۂ بندوبست، یکم دسمبر ۱۸۵۶ء کو تحصیل دار اور ۲۸ جولائی ۱۸۵۸ء کو ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ ۱۸۶۰ء میں ضلع حصار کے محکمۂ بندوبست میں تعینات ہوئے۔ ۱۸۶۴ء میں ضلع سیالکوٹ، ۲۷ نومبر ۱۸۶۸ء کو ضلع کانگڑہ اور مئی ۱۸۷۱ء میں ضلع گجرات میں مقرر ہوئے۔ اسی برس "رائے بہادر" کا خطاب حاصل کیا اور ضلع اجمیر میں جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دربارِ قیصری، دہلی سے "سردار بہادر" کا خطاب مع تمغۂ نقرئی و سند عطا ہوا۔ دسمبر ۱۸۷۸ء میں بہ وجہ علالت طویل رخصت پر چلے گئے۔ ۱۸۸۰ء میں رخصت ختم ہونے پر کارِ ملازمت شروع کیا مگر مئی ۱۸۸۰ء میں دوبارہ دو برس کی رخصت لے لی۔ اسی رخصت کے زمانے میں تواریخِ قومِ کھشتریاں تصنیف کی۔

اس سوانح عمری سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ امین چند نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی قائم رکھا۔ سوانح عمری میں انھوں نے اپنی نو (۹) تصانیف و تالیفات کے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے۔ دسویں کتاب تواریخ راجگانِ ضلع کانگڑہ لکھنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا ہے۔ ان کے تصنیفی و تالیفی کام کی فہرست یوں بنتی ہے:

۱۔ دستور العمل (دفتر فوج داری و پولیس، ضلع ہوشیار پور)

۲۔ دستور العمل (دفتر کلکٹر، راولپنڈی)

۳۔ ہدایت نامۂ پٹواریاں

۴۔ سفر نامہ

۵۔ تواریخ ضلع حصار (اس کتاب کا بنیادی مواد امین چند نے ہی فراہم کیا تھا جسے انگریز افسران نے انگریزی میں *Report on the Revised Land Revenue Settlement of the Hissar District in the Hissar Division of the Punjab* کے نام سے ۱۸۷۵ء میں لاہور سے شائع کیا۔ ۳۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کے سرورق پر

امین چند کا نام ہی لکھا گیا ہے۔ نیز کتاب کے آخر پر یہ تجویز کیا گیا ہے کہ امین چند کی فراہم کردہ معلومات کو مقامی زبان میں بھی چھپوا کر مشتہر کیا جائے۔)

۶۔ تواریخ ضلع سیالکوٹ

۷۔ یارقند کے راستوں کا حال (لدّاخ کے تجارتی راستوں کا بیان)

۸۔ ہدایت نامہ ترتیب دفتر محکمۂ مال، فوج داری و دیوانی، و نیز ہدایت نامہ پٹواریان، ضلع اجمیر

۹۔ تواریخِ قومِ کھشتریاں

امین چند کا نام ایک اور حوالے سے بھی قابلِ ذکر ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عمومی طور پر پنجاب میں خاص مزاحمت دیکھنے میں نہیں آئی۔ مزاحمت کے آخری ایام میں مری میں ۲ ستمبر کو شب ۲ بجے کے آس پاس تقریباً ایک سو افراد نے انگریزوں کی مرکزی قیام گاہ پر حملہ کیا مگر اس حملے کی مخبری پہلے سے ہو چکی تھی۔ انگریز سپاہی دفاع کے لیے تیار تھے۔ حملہ ناکام رہا۔ اگلے چند روز میں بغاوت میں شریک افراد کا پتہ چلایا گیا۔ گیارہ دیہات جلا دیے گئے۔ ہزاروں روپے مالیت کی کھڑی فصلیں تلف کر دی گئیں اور مویشی ہانک لے جائے گئے۔ شیر باز خاں کو بیٹوں سمیت توپ کے دہانے سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ سردار خان عباسی کو پھانسی کی سزا سنائی گئی[۱۴]۔ دو سرکاری اطبا، ڈاکٹر رسول بخش اور ڈاکٹر امیر علی بھی شریکِ جرم پائے گئے۔ دونوں کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ جو ۱۷ اکتوبر کو عمل درآمد میں آئی[۱۵]۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے دوران امین چند ضلع راولپنڈی میں تحصیل دار تھے۔ انھوں نے مری کے مجاہدین کے خلاف راولپنڈی سے بہ طور کمک بھیجی جانے والی دو سو اہلکاروں کی ٹکڑی کی سربراہی بھی کی تھی۔ بعد ازاں راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر کریکروفٹ (J.E. Cracroft) نے جنگ کے ایام کے حالات پر مبنی ایک رپورٹ میں امین چند کی تعریف میں درج ذیل سطور تحریر کیں:

> منشی امین چند، تحصیل دار راول پنڈی، نے مری کی سرکشی کے دوران عمدہ خدمات انجام دیں، یہ خدمات اگر آپ کی نظر سے گزریں تو آپ کو شک نہیں ہو گا کہ ان خدمات کو سراہا جانا چاہیے۔ ان کا طرزِ عمل ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے۔ میں نے ان کا ذکر رپورٹ کے اختتام پر بھی کیا ہے[۱۶]۔

۱۸۶۴ء میں جب کریک رافٹ نے ضلع راولپنڈی کے محکمۂ بندوبست کی مفصل کارروائی کمشنر راولپنڈی ڈویژن ایڈورڈ برانڈریتھ (Edward Lyall Brandreth۔ ۱۸۲۳ء-۱۹۰۷ء) کو پیش کی تو متعدد جگہ پر امین چند کا تذکرہ کیا۔ پہلے امین چند کی

ملازمت کے بارے عمومی تعریفی رائے لکھی:

> بندوبست کے ۱۸۶۰ء تک کے ابتدائی مرحلے کے دوران، مَیں منشی امین چند، سپرینڈنٹ (اب اکسٹرا اسسٹنٹ) کی خدمات کا بہت معترف رہا ہوں۔ انھوں نے مسٹر کسٹ کے زیرِ سرپرستی ملازمت شروع کی اور ان سے عمدہ تربیت حاصل کی۔ وہ کامیابی سے تحصیل دفتر کے سبھی کاموں سے واقف ہوئے اور بندوبست کے سپرینڈنٹ بنائے گئے۔ ۱۸۵۷ء کے دوران انھوں نے بطور تحصیل دار عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوئے۔ ۱۸۶۰ء تک ضلع راول پنڈی میں کام کرتے رہے۔ میرے یورپ قیام کے دنوں میں ان کا تبادلہ ضلع حصار کر دیا گیا۔ وہ غیر معمولی صلاحیت کے حامل، شگفتہ مزاج اور سخت کوش ہیں۔ انھوں نے بندوبست کے دوران کسی بھی دوسرے افسر سے زیادہ کام کیا[17]۔

بعد ازاں اسی رپورٹ کے اختتام پر جب انھوں نے مختلف سرکاری اہلکاروں کا شکریہ ادا کیا تو وہاں بھی امین چند کو ذیل کے الفاظ میں یاد کیا:

> اب متعدد افسران کی خدمات گزاری کا تذکرہ باقی رہتا ہے، جن کی مدد اس رپورٹ کو ترتیب دینے میں میرے شاملِ حال رہی۔ یہاں ہر افسر کی انجام دی گئی خدمات کا بجا تذکرہ ہو گا جو انھوں نے اس دوران انجام دیں۔ آرا کے اظہار میں، مَیں اپنے آپ کو اختصار تک محدود رکھوں گا۔۔۔ میں منشی امین چند اور منشی حکم چند کے تعاون کا مشکور ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کو زیادہ سراہا جائے۔ دونوں افسران ہر شعبے میں قابلِ تعریف رہے ہیں۔ وہ ذہین، گرم جوش، اَن تھک، خوش مزاج، اپنے کام کے ہر گوشے سے واقف ہیں۔ دونوں نے بندوبست کا تجربہ اسی ضلعے سے حاصل کیا۔ تحقیقات کے دوران صبر آموز ہیں، ان کی قوتِ فیصلہ بہت عمدہ ہے گو کبھی کبھی درست نتیجے تک نہیں پہنچ پاتے۔ دونوں نے اپنی محنت سے ضلعے میں نام پیدا کیا ہے اور دیر تک سب لوگوں کو یاد رہیں گے۔ مجھے ان کی خدمات پر اعتماد ہے، جن کا اُن کو ضرور صلہ ملے گا۔ منشی امین چند نے زیادہ تر کھیوٹ اور پیمائش کا کام کیا اور منشی حکم چند قانونی مسائل دیکھتے رہے[18]۔

رابرٹ کسٹ(Robert Cust۔۱۸۲۱ء-۱۹۰۹ء) امین چند کے سرپرست اور کمپنی کی سول سروس میں لے کر آنے والے تھے۔ انھی کی تحریک پر امین چند نے سفر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ جب سفر نامہ تحریر ہوا تو اسے شائع کروانے میں بھی رابرٹ کسٹ پیش پیش رہے۔ سفر نامہ کا دیباچہ لکھا۔ کسٹ خود بھی علم و ادب سے شغف رکھتے تھے۔ سرکاری ملازمت سے وظیفہ یاب ہونے کے بعد انھوں نے متعدد تصنیفی کارنامے انجام دیے، جن کی تفصیل حواشی میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ ان کے متفرق مضامین کے چوتھے مجموعے میں امین چند کے سفر ہندوستان کے بارے میں مختصر سا شذرہ "Travels of Amin Chand" کے عنوان

سے موجود ہے۔ جس کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے:

> ۱۸۵۰ء کے خزاں میں، مَیں نے لارڈ جان لارنس، رکن بورڈ آف پنجاب کمیشن، کی اجازت سے تین مہینے کی رخصت حاصل کی، ضلع انبالہ کا چارج چھوڑا اور دریائے سندھ سے منسلک اضلاع، جو حال ہی کے الحاقِ پنجاب میں شامل تھے، کے دورے پر نکل پڑا۔ اس دوران اپنے تاثرات بھی قلم بند کرتا رہا۔ تقریباً دس برس بعد، ۱۸۶۱ء میں مجھے ان علاقوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے مامور کیا گیا۔ میں اس دوران ڈیرہ غازی خان، پشاور اور ریاست کشمیر بھی گیا، جہاں کے راجا میرے ذاتی دوست تھے۔ پہلی دورے میں میرے ساتھ ایک قابل افسر تھے، جنھیں میں ۱۸۴۶ء میں تربیت دے چکا تھا۔ وہ اس دوران میری رہنمائی میں ہندوستانی زبان اور عربی حروف میں اپنے مشاہدات کو قلم بند کرتے رہے۔
>
> ہم نے صوبہ سندھ میں دریائے سندھ کا سفر مکمل کیا اور کراچی سے جہاز میں سوار ہو کر بمبئی پہنچے۔ ۱۰ر جنوری ۱۸۵۱ء کو میں انگلستان روانہ ہو گیا اور امین چند، دیسی اہلکاروں کی معیت میں صوبجاتِ وسطی، صوبجاتِ شمالی، آگرہ سے شمال کا سفر کرتے ہوئے اپنے وطن بجواڑہ، ہوشیارپور، پنجاب پہنچے۔ کچھ وقت تک میں بھی ترکی اور فلسطین سے ہوتے ہوئے ہندوستان لَوٹ آیا۔ اس وقت تک وہ مذکورہ بالا سیاحت کے اپنے مشاہدات، اپنے انداز میں مرتب کر چکے تھے۔ میں نے انھیں اپنے مقدمے، ایک ورنیکولر نقشے کے ساتھ دہلی سے ۱۸۵۳ء میں شائع کروادیا[۱۹]۔

امین چند کی وفات کے سنہ کا علم نہیں ہوتا۔ فیس بک پر بنائے گئے ایک صفحے سے معلوم ہوتا ہے کہ بجواڑہ میں ۱۸۸۹ء میں ''سردار بہادر امین چند ہائی اسکول'' قائم کیا گیا تھا، جس کا موجودہ نام ''سردار بہادر امین چند سینئر سیکنڈری اسکول'' ہے[۲۰]۔ اسکول میں نصب ایک یادگاری تختی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اسکول، امین چند کی یاد میں، ان کے پوتے لالہ سنسار چند نے بنوایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امین چند ۱۸۸۹ء سے قبل کسی وقت انتقال کر گئے ہوں گے۔

اس اسکول میں اب تک تدریسی و تعلیمی خدمات جاری ہیں۔ فیس بک کے اسی صفحے پر امین چند اور ان کے پوتے سنسار چند کی تصاویر، جو اس اسکول میں آویزاں ہیں، پوسٹ کی گئی ہیں[۲۱]۔ یہ تصاویر ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

(سردار بہادر لالہ امین چند)

(لالہ سنسار چند)

ذیل میں امین چند کی خود نوشت سوانح عمری کا متن دیا جا رہا ہے۔ جہاں جہاں بکرمی سنین اور تاریخیں آئی ہیں، وہاں ان کے بعد قلابین [ ] میں ان کی عیسوی مطابقت بھی درج کر دی گئی ہے۔ سوانح عمری میں مصنف کے خاندان کے ان افراد کی مفصل فہرست، جو سرکارِ انگلشیہ میں ملازم ہیں یا رہے ہیں، حذف کر دی گئی ہے۔ دو ایک جگہ متن کی خواندگی ممکن نہیں ہو سکی، وہاں نقاط لگا دیے گئے ہیں۔

سوانح عمری امین چند

میرا جنم ۲۳ ماہِ اسوج ۱۸۸۴ سمت [بہ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۲۷ء] کا ہے کہ جس کو چوّن (۵۴) برس گزر گئے۔ تصنیفِ کتابِ ہٰذا تک پچپن سال شروع ہوا ہے۔ مجھ کو پانچ برس کی عمر میں مدرسہ داخل کیا گیا تھا۔ اول شگونِ تعلیم بموجب رواج خاندان کے، شاستری میں پاندہ کے گھر پر کرایا گیا۔ بعد ازاں فارسی مدرسہ میں داخل ہوا۔ میرے دادا لالہ کشن چند صاحب[۲۲] میری تعلیم کے نگرانِ حال تھے۔ اس وقت سکھوں کی سلطنت کا زمانہ تھا کہ جن کی سلطنت میں سرکارِ انگریزی کی طریق پر، سلطنت کی طرف سے، تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ تعلیم پانے والے پرائیوٹ [private] مدرسوں میں تعلیم پاتے تھے اور خود ہی تنخواہِ معلّم ادا کرتے تھے۔ لڑکوں کی زیادہ تعداد پر معلّم کو زیادہ فائدہ ہو جاتا تھا۔ اگرچہ چھوٹی عمر کے اندر میں بڑا کھلاڑی تھا مگر تعلیم سے بھی غافل نہیں تھا، بہ سبب خوف اور رعب اپنے دادا کے۔

میں اپنے ہم سبق لڑکوں سے سبقت رکھتا تھا۔ اسی سبب سے میرے ہم جماعت لڑکے مجھ کو ''خلیفہ'' کہہ کر پکارا کرتے

تھے۔ آٹھ برس کی عمر میں میری شادی ہوئی۔ (ایسی چھوٹی عمر میں شادی ہونے کو میں اچھا نہیں خیال کرتا کیوں کہ چھوٹی عمر کی شادی، حالتِ تعلیم کے لیے بڑی روک ہے) ۱۹۰۳ بکر ماجیت مطابق ۱۸۴۶ء کے، جب برٹش گورنمنٹ کی عمل داری، اوّل ہی اوّل دوآبہ جالندھر میں ہوئی[۲۳] تو میری عمر اس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ میں ابھی پرائیوٹ مدرسہ میں تعلیم پاتا تھا۔ میں نے اپنی ذہانتِ طبع کے باعث سے اپنے استادوں سے کبھی مار نہیں کھائی کیوں کہ میں اپنے سبق کو یاد کر کے سب سے پہلے سنا دیتا تھا۔ اسی باعث سے میرے دادا مجھ سے خوش رہتے تھے۔ اور میرے دادا کا انتقال سرکارِ انگریزی کی عملداری سے پہلے ہی ہو چکا تھا کہ جن کے سرگباش ہونے کا مجھ کو بڑا صدمہ پہنچا تھا۔ کیوں کہ وہ مجھ سے بڑا پیار رکھتے تھے۔

جب سرکار انگریزی کی عمل داری پہلے ہی پہل شروع ہوئی اور ضلع کا صدر مقام ہوشیار پور تجویز ہوا، اس وقت ضلع کے اوّل حاکم رابرٹ کسٹ صاحب بہادر[۲۴] مقرر ہوئے۔ ان کے ساتھ عملہ ہندوستانی تھا کہ جو پنجابی کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس لیے حاکمِ ضلع کو پنجابی بات چیت سمجھنے میں دشواری معلوم ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں دربارِ لاہور کی طرف سے رائے بھاگ سنگھ صاحب گھشتری بھنڈاری، رئیس بٹالہ، صاحب کمشنر بہادر دوآبہ جالندھر کے ہاں وکیل تھے۔ جناب رابرٹ کسٹ صاحب بہادر سے ان کی دوستی تھی۔ کسٹ صاحب بہادر نے رائے صاحب سے فرمائش کی کہ ہم کو دو تین آدمی پنجابی جو اعلیٰ خاندان کے ہوں، نوکر رکھوا دو تا کہ ہم کو پنجابی بول چال سمجھنے میں آسانی ہو۔ چوں کہ رائے صاحب کو ہمارے خاندان کے ساتھ راہ و رسمِ دوستانہ تھی۔ انھوں نے مجھے مدرسہ سے اٹھوا منگوا کر پیش کر دیا کہ اسی دن سے میں مدرسہ چھوڑ کر ملازمتِ گورنمنٹ میں داخل ہوا۔ عہدۂ نظارت سے لے کر عہدۂ جوڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر تک پہنچا۔

جب میں ملازمت میں داخل ہوا تو اس وقت دفتر کے ملازموں میں سے سوائے سردھارام، نور محل والے کے، اور سب ملازم ہندوستان سے آئے تھے کہ جو ہمارے دیش پنجاب کی گفتگو کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے تھے۔ کسٹ صاحب نے اوّل روز مجھے حکم دیا کہ تم سردھارام پروانہ نویس کے پاس بیٹھو اور کام کرو۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر کام سے واقفیت حاصل کرتا رہا۔ ایک ہفتہ کے بعد کسٹ صاحب بہادر نے اپنے اجلاس میں مجھے بلا کر ایک عرضی دی کہ مستغیث کا اظہار لکھ لاؤ۔ چوں کہ میں ناواقف تھا اس لیے میں بلا لکھے حال ولدیت وغیرہ کے اس اظہار دہندہ کا قصہ، جیسا وہ کہتا گیا، اُس کو لکھ کر لے گیا۔ اُس کو صاحب نے سن کر یہ سمجھا کہ یہ قاعدۂ اظہار نویسی سے ناواقف ہے۔ تب سررشتہ دار سے ایک اظہار لکھا ہوا، لے کر مجھے دیا اور فرمایا کہ مضمون تو لکھا ہوا تمھارا درست ہے مگر تحریر باقاعدہ نہیں ہے۔ اب جاؤ اور باقاعدہ درست کر کر لکھ لاؤ۔ میں گیا، اسی طرح درست کر کر لکھ لایا۔ صاحب نے سن کر میرے ہی ہاتھ سے اس پر حکم لکھوایا۔

بعد ازاں صاحب نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ صبح کے وقت جو عرضیاں گزرا کرتی تھیں، ان کو میرے ہی سے سنتے تھے

اور میرے ہی ہاتھ سے حکم لکھوایا کرتے تھے۔ بعد چند روز کے محکمۂ تحقیقاتِ معافی میں مجھے ہیر العل اظہار نویس کے سپرد کر دیا اور اس کو حکم دیا کہ اس سے اظہار لکھوایا کرو۔ وہ اظہار نویس مہربانی سے پیش آتا رہا اور مجھے واقف کرتا رہا۔ پھر چند روز بعد صاحب نے مجھے اپنے اجلاس میں بلا کر ایک دن حکم دیا کہ تم چالانی مقدمہ کا اظہار لکھو۔ میں نے کبھی ایسے مقدمہ کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی اور نہ قاعدۂ ترتیبِ مِسل سے واقف تھا مگر جیسا سمجھ میں آیا، مقدمہ کو لکھ کر سر رشتہ دار کے پاس چھوڑ آیا۔ اس وقت سر رشتہ داریِ فوجداری، میر ضامن علی، باشندہ ہاپوڑ ضلع میرٹھ کا تھا اور اس کا ایک بھائی قادر علی نام، امیدواروں میں کام کیا کرتا تھا۔ سو اُس کو بھی اسی دن ایک مسل چالانی لکھنے کے واسطے دی گئی تھی۔ وہ بھی اسی طرح مقدمہ ترتیب کر کر اپنے بھائی کے پاس چھوڑ آیا تھا کہ جو میری ہی طرح ناواقف تھا۔ کسٹ صاحب کے سامنے سر رشتہ دار نے اوّل وہ مسل پیش کی کہ جو اس کے بھائی کی لکھی ہوئی تھی۔ چوں کہ اس میں غلطیاں بہت تھیں، خاص کر وہ غلطیاں اس سبب سے زیادہ تھیں کہ وہ پنجابی زبان اچھی طرح نہیں سمجھتا تھا۔ اس لیے کسٹ صاحب نے اظہارات کو سُن کر بہ طور خفگی فرمایا کہ یہ کس کی لکھی ہوئی ہے۔ سر رشتہ دار نے میری طرف اشارہ کیا۔ اس وقت صاحب نے مجھے بلایا۔ میں ڈرتا ڈرتا گیا۔ صاحب نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ دیکھو تم نے کیسے اظہار لکھے ہیں۔ کیا تم اپنے ملک کی بولی بھی نہیں سمجھ سکتے۔ میں نے عرض کی کہ اظہاروں کو دیکھ کر عرض کرتا ہوں۔ سر رشتہ دار نے وہ اظہار میرے سامنے پھینک دیے۔ جب میں نے اُن کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ میں نے ایسا ہی جواب دیا۔ اسی وقت قادر علی بلایا گیا۔ اس نے تسلیم کیا کہ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر صاحب سر رشتہ دار پر خفا ہوئے اور ان کو خیال ہو گیا کہ یہ لوگ دیسی آدمیوں کو نہیں چاہتے۔

مجھے اسی دن تاریخ ساتویں ماہ جولائی ۱۸۴۶ء کو ناظر کلکٹری مقرر کر کر محکمۂ مال میں تعینات کر دیا۔ اس سے پہلے میں امیدوار کہلاتا تھا پھر عہدہ داروں میں شمار ہونے لگا۔ اب جس کام کو میں دیکھتا جاتا تھا، اس سے جلدی واقف ہوتا جاتا تھا۔ ملکی زبان سے جو مجھ کو واقفیت تھی، اس واسطے پنجاب کی زبان کی اصطلاحات دریافت کرنے میں صاحب کو بڑی مدد ملتی جاتی تھی۔ اسی باعث سے وہ مجھ کو ہر ایک کام سکھلاتے جاتے تھے۔ کبھی روزنامچہ لکھنے کا کام مجھے سپرد کیا جاتا تھا، کبھی اہل مد بنایا جاتا تھا۔ کبھی نقشہ نویس کی مدد کو تعینات کیا جاتا تھا۔ کبھی محافظ دفتر کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ کبھی پیشی کا کام لیا جاتا تھا۔ کبھی رُوبکار نویسی کا کام سیکھنے کو رُوبکار نویس کے پاس بٹھلایا جاتا تھا۔

غرض کہ اسی طرح ہر ایک کام سیکھ کر جب میں واقف ہو گیا اور صاحب کو میری واقفیت پر پورا اطمینان ہو گیا، و نیز بہ لحاظِ خدمات، مفسدہ ۱۸۴۹ء کے، جو بیدی بکرماں سنگھ و راجگان پہاڑی نے جسوان، دُون کیا تھا[۲۵]۔ جس میں، مَیں نے اور میرے خاندان نے خدمتیں کیں تھیں، اوّل ہی اوّل کسٹ صاحب بہادر نے یکم فروری ۱۸۴۹ء کو مجھے قائم مقام سر رشتہ دارِ فوجداری بنایا۔

پھر جب کام اچھا چلنے لگ پڑا تو مستقل سر رشتہ دار کر دیا۔ ۱۸۴۹ء کے خاتمہ پر صاحب کی تبدیلی ضلع انبالہ کو ہو گئی کہ جہاں پر انھوں نے مجھے بلا کر یکم اپریل ۱۸۵۰ء کو تحصیل دار انبالہ کا مقرر کیا۔ اس وقت میری عمر اکیس برس کی تھی۔ یکم ستمبر ۱۸۵۰ء کو میں نے تحصیل داری انبالہ سے واسطے سیاحی ملک ہندوستان کے، حسبِ صلاح کسٹ صاحب بہادر کے استعفا دے دیا کہ قریب تین سال تک میں سیّاحی کرتا رہا۔ پھر دوبارہ ۱۸۵۳ء میں نوکر ہوا کہ جس کا حال مفصلاً آگے بیان ہوگا۔

جب میں انیس برس کا ہوا تو میرا لڑکا لالہ رام چند، پروشٹہ ۲۸ ماہ مگھر ۱۹۰۳ سمت [بمطابق ۱۹ دسمبر ۱۸۴۶ء] میں بروز شُکروار، آٹھ گھڑی تیس پل، دن چڑھے، تتھ اشٹمی کو، بہ مقام بجواڑہ پیدا ہوا[۲۶] اور جب میری عمر سینتیس برس کی تھی تو بہ مقام حصار، کہ جہاں میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا، وہاں میرا پوتا، لالہ سنسار چند، بارہ پروشٹہ، ماہ اسوج، ۱۹۲۰ سمت کو، مطابق بھادُوں سُدی چَودَس بروز سنیچر وار، گیارہ گھڑی دن چڑھے، پیدا ہوا، کہ جو مطابق ۲۶ ستمبر ۱۸۶۳ء کے ہوتے ہیں[۲۷]۔

مجھ کو اس اپنی عمر میں کئی سخت حادثات دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔

اوّل بڑا حادثہ مجھے اپنے باپ[۲۸] اور تایا[۲۹] کے انتقال کا ہوا۔ میں اس وقت کلکتہ کے سفر میں گیا ہوا تھا۔ بہ مقام بنارس مجھ کو اپنے تایا صاحب کے انتقال کی خبر پہنچی۔ وہاں سے چل کر جب دہلی آیا تو جناب والد صاحب کے انتقال کی خبر پہنچی۔ چوں کہ یہ دونوں آدمی گھر میں لائق تھے۔ گھر کا انتظام ان کے ہی باعث سے چل رہا تھا۔ اس واسطے ان دونوں کی موت کا دفعتاً حال سن کر سخت صدمہ گزرا۔ کمرِ ہمت ٹوٹ گئی۔ میں اسی حالتِ رنج میں گھر پہنچا۔ مجھے گھر آئے ہوئے ابھی تک ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا اور دن رات اسی تشویش میں تھا کہ کیا کروں۔ یکایک ایک دن مسٹر میکلوڈ صاحب کمشنر بہادر[۳۰] کا سوار، ہوشیار پور سے میرے بلانے کو آیا۔ میں گیا اور صاحب سے ملا۔ صاحب نے فرمایا کہ ضلع راولپنڈی سے ایک سر رشتہ دار کی مانگ ہے۔ اور وہاں کے کمشنر صاحب نے لکھا ہے کہ پنجابی آدمی ہو۔ اگر تم کو منظور ہو تو ہم سفارش لکھ سکتے ہیں۔ میں نے بڑی خوشی سے منظور کیا اور بہت جلدی کاروبارِ خانگی سے فارغ ہو کر، وہاں چلا گیا۔ ۱۱ فروری ۱۸۵۳ء کو سر رشتہ دار مال مقرر ہوا۔ پھر روز بروز ترقی پاتا گیا کہ جس کا حال آئندہ بیان ہوگا۔

دوسرا صدمہ، لالہ پُورَن چند صاحب کے انتقال کا ہوا کہ جو میرے چچا تھے[۳۱]۔ وہ ابھی پچاس برس کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ لاولد انتقال کر گئے اور مجھے افسوس رہا کہ بسبب ملازمت کے میں ان کو حالتِ بیماری میں نہ دیکھ سکا۔ تیسرا صدمہ لالہ مہر چند صاحب[۳۲] کے انتقال کا ہوا کہ جو میرے تایا کا اکلوتا بیٹا تھا اور پرگنہ ترَن تارَن، ضلع امرتسر کا تحصیل دار تھا۔ وہاں ہی دو دن کی بیماری میں انتقال کر گیا۔

چہارم صدمہ ۱۸۷۱ء میں مجھ کو اپنے دوسرے پوتے دلیپ چند کے انتقال کا ہوا کہ جس کی عمر قریب پانچ برس کی تھی۔

مگر وہ میرے ہی ساتھ رہتا تھا اور ہونہار لڑکا تھا۔ پانچواں صدمہ، سب سے سخت، مجھے اپنے حقیقی بھائی لالہ حکم چند[۴۳] کی موت کا ہوا کہ جس نے اکیس برس کی عمر میں سب سے اول، ملکِ پنجاب میں اعلیٰ درجہ ایم۔ اے کا، صیغۂ تعلیم میں حاصل کیا تھا۔ پھر تین ماہ کے عرصہ میں امتحان پلیڈری، چیف کورٹ، پاس کیا۔ ابھی اس کی عمر پچیس کو بھی پوری نہیں پہنچی تھی کہ ۱۱ر جولائی ۱۸۷۶ء کو تپ دق کی بیماری سے بہ مقام بجواڑہ گزر گیا۔ اس کے صدمہ نے میرے دل پر سخت اثر کیا۔ اگست ۱۸۷۶ء میں بیمار پڑا۔ اوّل بخار ہوا۔ پھر دردِ شکم شروع ہو گیا۔ کوئی دردِ ریاحی بتلاتا تھا، کوئی دردِ قولنج، اور تیسرے چوتھے دن ایسا دورہ ہوتا تھا کہ میں مچھلی کی طرح آٹھ آٹھ پہر تک تڑپتا تھا۔ اگست ۱۸۷۷ء تک وہ درد رہا۔ پھر جب اس درد نے چھوڑا تو اکتوبر ۱۸۷۷ء سے بیماریِ فالج میں مبتلا ہو گیا کہ اب تک اسی مرض میں مبتلا ہوں اور وہ ہی صدمہ، باعث ان میری بیماریوں کا ہوا ہے۔

اس تمام زندگی میں میری جان پر بھی کئی صدمے ہو گزرے ہیں کہ جس سے پرمیشر محفوظ رکھتا رہا۔ اور یہی مقولہ کسی بزرگ کا بہت درست ہے: موت آئی تو رک نہیں سکتی، اگر آئی نہیں تو ڈر کیا ہے؟

اوّل ہی اوّل جو صدمہ میری جان پر ہوا۔ اس وقت میری عمر چھ برس کی تھی۔ میں تپ کی بیماری سے سخت بیمار ہو گیا تھا۔ امیدِ زیست جاتی رہی تھی اور سب کو ناامیدی ہو گئی تھی۔ میری زندگی جو باقی تھی، اس واسطے صحیح سلامت ہو گیا۔ دوسرا صدمہ پندرہ برس کی عمر میں ہوا کہ میں ایک روز اکیلا ایک عمیق ندی پر نہانے کو گیا۔ نہانے کے وقت پیر پھسل کر، عمیق پانی میں غوطے کھانے لگا۔ تیرنا نہیں جانتا تھا، قریب تھا کہ ڈوب جاتا مگر خواجہ خضر کی طرح کنارہ پر ایک آدمی، اسی وقت نہانے آ گیا۔ اس نے ڈوبنے سے بچایا اور باہر نکال دیا۔

تیسرا صدمہ میری جان پر مفسدہ ۱۸۵۷ء میں بہ مقام کوہِ مری گزرنے والا تھا کہ جس سے بال بال بچ گیا۔ اس کا حال اس طرح پر ہے کہ جب کوہِ مری پر ملکی لوگوں نے فساد برپا کیا تو میں اس وقت تحصیل دار، راولپنڈی کا تھا۔ مجھے وہاں جانے کا اور مفسدوں کے دبانے کا حکم ملا۔ میں نے فوراً دیہاتی فوج بنا کر وہاں سے کوچ کیا اور جلدی سے کوہِ مری پہنچ کر مفسدوں کے دیہات کو بہ حکم صاحب کمشنر بہادر، جلا دیا۔ مفسد مفرور ہو کر جگہ جگہ جنگلوں میں جا چھپے۔ دوسرے دن صاحب کمشنر بہادر کو خبر لگی کہ باز خاں و احمد خاں و دیگر چند سرغنہ ہائے مفسداں، موضع جلوٹ کے بَن میں چھپے ہوئے ہیں۔ مجھے حکم ملا کہ تم اپنی فوج کو لے کر جاؤ اور ان کو تلاش کرو۔ میں اسی وقت چڑھ گیا۔ تمام دن بَن کو تلاش کیا۔ کسی کا کچھ پتہ نہ لگا۔ دراصل وہ اسی بَن میں ایک غار کے اندر چھپے ہوئے تھے، جو ہماری نظر نہیں پڑے۔ جب پیچھے سے چند روز کے بعد، وہ پکڑے آئے تو احمد خاں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس روز جب تم بَن کی تلاش کو گئے تھے۔ قریب تھا کہ تم گولی سے مارے جاتے کیوں کہ بندوقیں ہماری بھری ہوئی تھیں۔ جب تم ہمارے قریب سے نکلے تھے۔ تو اس وقت اوّل ہم نے صلاح کی تھی کہ گولی مار دیں۔ پیچھے یہ صلاح ٹھہری کہ اس کے مارے جانے سے کیا فائدہ ہو

گا؟ اس واسطے، وہ ارادہ ملتوی کر دیا[۳۴]۔

چوتھا صدمہ ضلع حصار میں ہوا کہ جہاں میں کام بندوبست میں مصروف تھا اور ایک دن سانڈنی اونٹ پر چلا جاتا تھا۔ شہر بھوانی کے کوچہ میں، ایک جگہ اس اونٹ کا پاؤں پھسل گیا، اونٹ گر پڑا۔ میرا دایاں پاؤں ایک دیوار اور اونٹ کی کاٹھی کے درمیان آ گیا اور کچل گیا کہ جس کے باعث سے میں دو تین ماہ تک بیمار رہا۔ پانچواں صدمہ ضلع کانگڑہ میں ہوا۔ جب میں زور سے گھوڑے کو دوڑائے چلا آتا تھا۔ تو گھوڑے کا پاؤں ایک پتھر سے پھسل کر دفعتاً گھوڑا گر پڑا۔ دوسری طرف میں گر پڑا۔ اس صدمہ سے داہنا بازو اتر گیا۔ بعد ازاں کئی بیماریوں میں مبتلا ہو کر کانگڑہ سے تبدیلی کرائی۔ چھٹا صدمہ حال کی بیماری ہے کہ جس میں میں اب تک مبتلا ہوں، جس کا ذکر اوپر لکھا گیا۔

میں اپنی زندگی میں حتی الامکان جھوٹھ بولنے سے بہت بچتا رہا تو بھی ابتدائی عمر میں تین واقعات مجھ پر ایسے ہو گزرے ہیں کہ جس میں مجھ سے دانستہ جھوٹ بولا گیا۔ سو اس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ میں جن واقعات کا ذکر آگے کرتا ہوں ان میں کسی بد ارادہ یا کسی کے نقصان دینے کے واسطے جھوٹ نہیں بولا گیا تھا مگر تو بھی جھوٹ بولنے سے مجھے بڑی پشیمانی اٹھانی پڑی۔ البتہ اس سے ایک بڑی نصیحت حاصل ہوئی کہ جو باقی تمام عمر میرے کام آئی۔

اوّل ایک دفعہ جب میں قائم مقام سر رشتہ دار ضلع ہوشیار پور تھا، میری عمر اس وقت قریباً بیس برس کے ہو گی۔ مسٹر کسٹ صاحب نے ایک حکم عام جاری کر دیا تھا کہ خزانچی سے کوئی اپنا لین دین نہ رکھے اور خزانچی کسی کو پیشگی تنخواہ نہ دیا کرے۔ مجھے ایک ماہ میں ضرورت کسی قدر روپیہ کی ہوئی۔ سو میں نے خزانچی کو رقعہ لکھ کر منگوا لیا۔ جس روز تقسیم تنخواہ کا حکم ہوا تو اہل مد تقسیم تنخواہ، میری تنخواہ مجھے دینے کو اسی جگہ آیا کہ جہاں میں پیشی کے اندر کام کر رہا تھا۔ اہل مد آن کر بیٹھ گیا۔ صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ تنخواہ لایا ہوں۔ صاحب نے مجھے حکم دیا کہ لے لو۔ مجھے تو دل میں خیال تھا کہ تنخواہ کا روپیہ پورا نہیں ہو گا۔ اگر صاحب پوچھیں گے تو کیا کہوں گا۔ اس لیے ٹالنا چاہا اور اہل مد سے کہا کہ پیشی سے اٹھ کر منشی خانہ میں آتا ہوں، وہاں ہی لے لوں گا۔ صاحب نے پھر فرمایا کہ یہاں ہی سے لے لو اور اہل مد کو کہا کہ شمار کر دو۔ ناچار تعمیل حکم ماننی پڑی۔ اس نے جو روپیہ شمار کیا تو اسی قدر کم تھا کہ جس قدر میں پیشگی لے چکا تھا۔ صاحب نے اہل مد سے پوچھا کہ کم کیوں دیتا ہے۔ اہل مد نے جواب دیا کہ کم نہیں ہے، وہ خزانچی سے پہلے لے چکے ہیں۔ چوں کہ صاحب کا حکم تھا کہ خزانچی سے کوئی پیشگی نہ لیا کرے۔ اس خوف سے جب صاحب نے پوچھا کہ تم نے کچھ پیشگی لیا تو میں انکار کر گیا۔ اسی وقت خزانچی بلایا گیا۔ پوچھا گیا تو اس نے سچ سچ کہہ دیا۔ صاحب نے خزانچی سے کہا کہ تمہارے پاس ثبوت کیا ہے تو اسی وقت خزانچی نے میرا دستخطی رقعہ لا کر پیش کر دیا۔

اس وقت میری عجیب حالت تھی کہ بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ کاٹو تو خون نہیں اور خیال کرتا تھا کہ اگر زمین پھٹ

جاوے تو اس جگہ گھس جاؤں۔ صاحب وہ رقعہ دکھا کر، مجھ سے جواب مانگتے تھے مگر میرے ہوش و حواس ٹھکانے پر نہیں تھے۔ آخر کار صاحب کو یہ تو یقین ہو گیا کہ خوف کے سبب سے جھوٹ بولا ہے مگر مارے غصہ کے صاحب نے مجھے اسی وقت پیشی سے رخصت کیا اور خود دوسرے کمرے میں جا کر ٹپن [tiffin] کھانے لگے۔ پھر جب غصہ فرَو ہوا تو چپڑاسی بھیج کر مجھے بلوایا اور فرمایا کہ اس معاملہ میں تم سے دو جرم سرزد ہوئے۔ اوّل صرف خفیف جرم، عدولِ حکمی کا تھا۔ دوسرا بڑا بھاری جرم، جھوٹ کہنے کا ہوا کہ یہ قابلِ معافی نہیں ہے۔ مگر چوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ تم نے خوف سے اس دفعہ جھوٹ بولا اور یہ تمھارا اوّل ہی قصور ہے۔ اس واسطے اپنے دونوں کان پکڑو اور توبہ کرو اور آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولو۔ اگر کبھی غلطی یا بھول ہو جاوے تو صاف کہہ دیا کرو کیوں کہ صاف کہہ دینے سے حاکم کو غصہ نہیں رہتا۔ میں نے توبہ کی، کان پکڑے اور نصیحت کو یاد رکھا۔

دوسرا جھوٹ، ہنسی کے طور پر ہوا۔ مگر اس کا بھی مجھے افسوس ہے کہ جب میں سفر کو گیا اور دہلی پہنچا تو وہاں کی جامع مسجد دیکھنے کو دل چاہتا تھا۔ اس زمانہ میں بہادر شاہ بادشاہ موجود تھا کہ جو غدر میں قید ہوا۔ جامع مسجد ان کے زیرِ حکومت تھی۔ ہندوؤں کی آمد و رفت بدونِ اجازت خاص بادشاہ کے، جامع مسجد میں نہیں ہو سکتی تھی۔ چوں کہ پادشاہ تک میری رسائی نہیں ہو سکتی تھی اس واسطے میں نے جھوٹی کارروائی کر کر اس مسجد کو دیکھا۔ یعنی ایک روز سیدھا مسجد کو گیا۔ دروازہ پر جوتا اتار کر اور جوتوں کے تلے جوڑ کر اندر جا گھسا، دربان سے سلام علیکم کہا۔ دربان نے مجھے مسلمان سمجھا کیوں کہ میری داڑھی بھی رکھی ہوئی تھی۔ اسی سبب سے اس کو ہندو ہونے کا شک نہیں ہوا۔ میں ڈرتا ڈرتا مسجد کو اچھی طرح دیکھ کر دوسرے دروازہ سے نکل آیا۔ مگر جب تک اندر رہا، یہ ہی خوف کرتا رہا کہ مبادا کوئی مسلمان مجھ کو پکڑ کر میری چوٹی یا زنار نہ دیکھ لیوے اور یہ اندیشہ کرتا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو یہاں کے مسلمان مسجد کے اندر ہی خوب گت بنا دیں گے۔

تیسرا جھوٹ ایک بیوقوفی سے بولا گیا۔ اس کا حال اس طرح پر ہے کہ جب میں اپنے سفر بمبئی میں بمقام احمد آباد آیا۔ تو دن کے آٹھ بجے شہر میں سیر کرنے کو نکلا۔ اوّل ہی اوّل کوتوالی کے آگے سے نکلا۔ محمد بڈھن خاں نام، اس وقت کوتوال تھا کہ اس ملک میں کوتوال کو فوجدار کہتے ہیں۔ اس نے مجھے دیکھ کر سلام علیکم کہا۔ میں نے بجواب اس کے، وعلیکم السلام کہا۔ مجھے خیال تھا کہ میں جواب دے کر نکل جاؤں گا، مگر وہ شخص بڑا مہماں نواز آدمی تھا۔ میرا جواب سن کر اس نے سمجھا کہ کوئی مسلمان ہے۔ اسی وقت میرے پاس آ گیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا آپ میرے مکان پر تشریف لے چلیں۔ چوں کہ مکان اس کا قریب ہی تھا۔ اس لیے میں اس کے ساتھ گیا۔ بہت عمدہ آراستہ مکان تھا۔ جھاڑ فانوس لگ رہے تھے۔ کوچ اور کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ فرش مکلف بچھ رہا تھا۔ اوّل بیٹھتے ہی اس نے حقہ منگوایا۔ جب حقہ آیا تو اوّل میرے سامنے رکھا۔ میں نے انکار کر دیا کہ میں پیتا نہیں ہوں۔ خود پینے لگا۔ گفتگو میں میری طرف مخاطب ہو کر پوچھنے لگا کہ آپ کا اسم شریف کیا ہے اور کون ذات ہیں اور کدھر سے آنا ہوا۔ چوں کہ میں

اس کو سلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام کہہ چکا تھا اور وہ خیال کر چکا تھا کہ یہ مسلمان ہے۔ اس واسطے میں نے یہ جتلانا مناسب نہیں سمجھا کہ میں ہندو ہوں۔

میں نے ان کے جواب میں کہا کہ میرا نام جلال الدین خاں ہے۔ ذات کا علی زئی پٹھان ہوں۔ پنجاب میرا وطن ہے۔ صرف ملک کی سیر کو ادھر آیا ہوں۔ تب تو بہت خوش ہو کر کہنے لگا کہ تم تو ہمارے بھائی ہی ہو۔ کیوں کہ ہم بھی پٹھان ہیں۔ ہمارا وطن بھی پنجاب ہی ہے۔ صرف چار پشت سے ہم اس طرف چلے آئے ہیں۔ یہ کہہ کر نوکر کو آواز دی کہ ارے جھمن! پان لاؤ۔ وہ اسی وقت گلوری لگا کر، چاندی کی طشتری میں لایا۔ محمد بڈھن خان صاحب نے خود طشتری کو اٹھا کر میرے سامنے پیش کیا۔ میں نے عرض کی کہ ہمارے ملک میں پان کھانے کا رواج نہیں ہے اور شرع میں بھی پان کھا کر سرخ منہ کرنا جائز نہیں ہے۔ چوں کہ جواب معقول تھا، وہ خاموش ہو رہا۔ پھر دوبارہ جھمن بلایا گیا اور حکم دیا گیا کہ کھانا طیار کرو، اگر تیار ہے تو بہت جلدی لاؤ۔ اس نے واپس آکر کہا کہ آدھ گھنٹہ کی دیر ہے۔ میں اس وقت پسینہ پسینہ ہوتا جاتا تھا اور پر میشر کو یاد کرتا تھا کہ کسی طرح آج بچ جاؤں۔ اس آدھ گھنٹہ کے وقفہ نے میرے دل کو سنبھال دیا۔

اب سوچنے لگا کہ کیا کروں اور کیا بہانہ بناؤں۔ تب ایک نیا جھوٹ سوچا، یعنی محمد بڈھن خاں صاحب سے میں نے کہا کہ یہاں کوئی ہسپتال بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں یہاں بہت اچھی ڈسپنسری ہے۔ میں نے کہا کہ دو روز سے میری طبیعت کچھ بیمار رہتی ہے۔ چوں کہ کھانے میں آدھ گھنٹہ کی دیر ہے، اگر اجازت ہو تو میں ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کر آؤں اور طبیعت کا حال بھی پوچھ آؤں۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر تو میرا دوست ہے، میں اسی جگہ بلا لیتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ چوں کہ میں سیاح ہوں۔ مجھے ڈسپنسری کا بھی دیکھنا ہے۔ آخر کار بعد ردّ و کد کے، اس نے میری درخواست کو منظور کیا۔ مگر ایک چپراسی کو (کہ جس کو اس ملک میں پٹہ دار کہتے ہیں) میرے ساتھ کر دیا اور اس کو تاکید کر دی کہ تم ساتھ ہی جانا اور ساتھ ہی آنا، تاکہ یہ راستہ نہ بھول جائیں۔ میں اس کو ساتھ لے کر ڈسپنسری کو روانہ ہوا۔ ڈاکٹر کو ملا کچھ طبیعت کا حال کہا۔ اس نے دوائی منگوائی۔ میں نے اسی وقت چپڑاسی سے کہا کہ تم چلے جاؤ، میں آتا ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھے [مجھ سے] خفا ہوں گے۔ میں نے غصہ ہو کر کہا کہ میں قیدی نہیں ہوں۔ تم چلے جاؤ، میں آتا ہوں۔ وہ بیچارہ چلا گیا۔ جب فاصلہ پر نکل گیا، تو میں دوائی کو لے کر شہر کے دوسرے دروازہ کی راہ سے اپنے ڈیرہ پر چلا آیا اور جیوں اندر گھسا، تمام دن باہر نہیں نکلا اور اسی رات پہر کے، تڑکے کوچ کر دیا۔ یہ مشکل اس جھوٹ کے پنجہ میں سے رہائی پائی۔

بے شک جھوٹ عزت کو کھوتا ہے۔ ایمان کو کھوتا ہے اور ایک جھوٹ کے ساتھ سو جھوٹ بولنے پڑتے ہی۔ اس لیے میں اپنی اولاد کے واسطے نصیحت چھوڑتا ہوں کہ ہمیشہ راست گوئی کی عادت رکھو۔ سچ کا بولنا بڑا دھرم ہے۔ پر میشر کا دَین دار نہیں ہوتا۔ اگر میری اولاد میری ان تین کہانیوں کو سن کر جھوٹ سے بچیں تو یہ حال لکھنا میرا بے فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ ایک عمدہ نصیحت

ہے کہ جس کو انھیں یاد رکھنا چاہیے۔

مسٹر کسٹ صاحب کی مجھے نصیحت ہے کہ تم ہر کام دیانت داری سے کرو۔ پھر امتحان کر لو کہ تم کس طرح اونچے سے اونچے درجہ کو پہنچ سکو گے۔ اس مقولہ پر میں نے بہ خوبی عمل کیا۔ ہمیشہ اس کا نتیجہ بامراد پایا۔ چنانچہ پچیس روپیہ ماہوار کی نوکری سے شروع کر کے، اب ایک ہزار روپیہ کے مشاہرہ کا نوکر ہوں، کہ یہ نتیجہ اسی نصیحت کا ہے اور یہ ہی نصیحت میں اپنی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہوں، کیوں کہ اس نصیحت پر عمل کرنے سے دین اور دنیا دونوں کا فائدہ حاصل ہے۔

مجھے یہ بھی نصیحت کسٹ صاحب بہادر کی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو تم اپنے رشتہ داروں کی پرورش کراؤ مگر حتی الامکان ان کو اپنے سے علیحدہ رکھو۔ کیوں کہ ایک انسان نیک نیت اپنی طبیعت پر حاوی ہو کر اپنے اعمال کو درستی سے رکھ سکتا ہے مگر دوسروں کی عادت کا وہ ذمہ دار نہیں بن سکتا۔ سو یہ نصیحت آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ میں نے اپنی اس معزز نوکری میں جہاں تک ممکن تھا، اپنے خاندان والوں کو و نیز شہر والوں کو فائدہ پہنچایا۔

[اس مقام پر ۴۶ افراد کی فہرست دی گئی ہے، جنھیں مصنف نے اپنا رسوخ استعمال کرتے ہوئے سرکار میں نوکر کروایا تھا۔]

میں نے جو اوپر تفصیل اسم وار لکھے، اس سے یہ میری غرض نہیں ہے کہ میں اپنا احسان جتلانا چاہتا ہوں بلکہ ایسا کرنا میرا فرض تھا اور حق تھا اور نہ یہ غرض ہے کہ ایسے ذکر سے مجھے کوئی فخر حاصل ہو گا۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ آئندہ کی نسلوں میں ایک نصیحت کے طور پر یہ یادگار رہے کہ اگر کل خاندان میں سے ایک بھی آدمی معزز عہدہ پر نوکر ہو گا تو وہ بہت سے لوگوں کو اپنے شہر میں سے اور اپنے خاندان میں سے، اس سے بھی زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اسی باعث سے میں یہ دوبارہ تاکید کرتا ہوں کہ اب اعزازِ خاندان، صرف خاندان کے نام اونچا ہونے کے باعث سے نہیں ہے بلکہ اونچا وہ ہی ہو گا کہ جن کے خاندان میں سے اعلیٰ تعلیم کو لوگ حاصل کریں گے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اسباب بیچو، گھر بیچو، مگر اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلاؤ۔ کیوں کہ اگر دو چار آدمی بھی اعلیٰ تعلیم والے ہوں گے تو وہ اپنے خاندان کی روشنی کو ہمیشہ چمکتا رکھ سکتے ہیں۔

نوجوانانِ زمانۂ حال، میری وضع کی اولڈ فیشن قرار دیتے ہیں مگر میں بڑی خوشی سے ذکر کرتا ہوں کہ میں نے اپنی نوکری میں اپنے ملک کی وضع کو ترک نہیں کیا۔ کوٹ پتلون نہیں پہنا اور میرے خیال میں انسان کی جو عزت اپنی وضع میں ہے، وہ دوسری وضع کی تبدیلی میں نہیں ہو سکتی اور میں اس موقع پر یہ بھی ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نئی روشنی والوں کی طرح اپنے مذہبی عقائد کی طرف سے کبھی ڈاواں ڈول نہیں ہوا اور کبھی اپنی راہ و رسم کو ترک نہیں کیا۔

انسان اگر اس اصول کو خیال کرے کہ پرمیشر ایک ہے اور سب مذہبوں میں نیکی کی راستی ایک ہی ہے تو ان کا دل (جس مذہب میں خدا نے ان کو پیدا کیا) کبھی بدل نہیں سکتا۔ میں نے کبھی کسی کی مذہب سے تعصب نہیں کیا مگر اپنے مذہب پر ہمیشہ اعتقاد

درست رکھا اور باوانانک صاحب کے مقولوں کو ہمیشہ اچھا سمجھتا رہا۔ یہی باعث ہے کہ مجھ سے کسی کو مذہبی معاملہ میں نفرت نہیں ہوئی۔ جب میں ضلع کانگڑہ میں تھا، تو جو ایک دھرم سبھا پرانے مندروں کی مرمت کے واسطے قائم ہوئی، اس کا میں پریسیڈنٹ تھا۔ ہزارہا روپیہ جمع ہو کر مندرہائے ذیل مرمت کرائے گئے: مندر سری بجر ایشوری دیوی، مندر گپت گنگا، مندر بھاگسوناتھ، مندر ترباؤ جوالاجی میں۔ گپت گنگا میں ایک دھرم سال، مہاراجہ صاحب پٹیالہ کے چندہ سے بنوائی گئی۔ اجمیر اور حصار میں سری رام چندر جی کی یادگار کے طور پر رام لیلا کا میلا قائم کرایا گیا۔ اگر انسان وہ کام کرے کہ جس میں کچھ برائی نہیں اور تعصب نہ کرے، تو اس کے واسطے کوئی عیب گری نہیں ہو سکتی۔ مذہب کوئی ہو، انسان کے واسطے دل کی صفائی اور سچائی اعلیٰ اصول ہے۔ تبدیلِ مذہب بڑی بیوقوفی کی بات ہے۔

اوپر میں نے اپنی خدمات کا ذکر مفصل نہیں لکھا کہ بعد ملازم ہو جانے کے میں کہاں کہاں رہا اور کیا کیا خدمات گورنمنٹ کے واسطے اور اپنے ملک کے عام فائدہ کے واسطے کیں اور ان خدمات کا کیا کیا نتیجہ پایا۔ چوں کہ میں نے اپنی خدمات کا ایک میموریل علیحدہ چھپوایا ہوا ہے، اس لیے اس کی نقل بجنسہ آخر پر لکھی جاتی ہے۔ اور میں بڑے فخر سے یہ ذکر کرتا ہوں کہ جیسا ہمارا خاندان ہمیشہ سے گورنمنٹ وقت کا خیر خواہ اور وفادار چلا آیا ہے۔ اسی طرح برٹش گورنمنٹ کی عمل داری میں میری خیر خواہانہ خدمات بابت مفسدۂ ۱۸۴۹ء کو جو بیدی بکرماں سنگھ اور پہاڑی راجاؤں نے بہ سازش سردار چتر سنگھ و شیر سنگھ، علاقہ جسواں، دُون، ضلع ہوشیار پور میں برپا کیا تھا اور نیز دوبار غدر ۱۸۵۷ء میں بمقام کوہِ مری ضلع راولپنڈی، قابل قدر سمجھی گئیں اور میری خاندانی املاک جو مغلیہ سلطنت کے عہد سے معاف چلی آتی تھی [تھیں] و نیز جو معافی غدر ۱۸۵۷ء میں مجھے ملی تھی، وہ اس خیر خواہانہ خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ پنجاب نے دوام کو منظور فرمائی کہ جس خط و کتابت کی نقل مع حکم منظوری گورنمنٹ پنجاب، تتمہ نمبر ۶/ میں لگائی جاتی ہے۔

جناب رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کا نام کہ جن کی تحریک پر معافیات کی رپورٹ دوام کے واسطے ہوئی اور حضور آنریبل رابرٹ، ایل۔ ایس۔ ایجرٹن صاحب، جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب[35] کا نام (کہ جنھوں نے میری خیر خواہانہ خدمات کے صلہ میں معافیات کو دوام کی منظوری بخشی)، جب تک یہ معافیات قائم ہیں تب تک ان کا نام بھی معافیات کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اور ہمارے خاندان کے واسطے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ یہ واگزاریِ معافیات، ایک خیر خواہانہ خدمات کا عمدہ تمغہ ہے اور مجھے توقع ہے کہ میرے خاندان کے آدمی اس نعمتِ عظمیٰ کی ایسی ہی قدر کریں گے کہ جیسا ہمارے خاندان کے لیے واجب ہے۔ یعنی ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہانہ خدمات اور وفاداری میں ثابت قدم رہیں گے۔ میرے اپنے واسطے یہ ہی بڑی ناموری اور خوشی کی بات ہے کہ جب تک یہ معافیات قائم رہیں گی، میرا نام بھی مثل لالہ کانشی داس صاحب و لالہ گوکل داس صاحب[36] اپنے بزرگوں کے زندہ و

قائم رہے گا۔

آخر پر یہ بات بھی ذکر کے قابل ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں اپنی فرصت کا وقت لہو و لعب میں نہیں کھویا اور نہ سیر وشکار اور تماشا میں کھویا، بلکہ جب کبھی فرصت حاصل ہوئی، تصانیف کا شوق رہا۔ اول تصنیف میری دستور العمل ترتیب دفتر فوجداری و پولیس، ضلع ہوشیار پور کی بابت ہے۔ دوسرا ضلع راولپنڈی میں جا کر دستور العمل ترتیب دفتر کلکٹر کا بنایا۔ تیسری تصنیف میری ہدایت نامہ پٹواریاں ہے کہ جس کو صاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب نے اوّل ہی اوّل مشتہر کیا تھا۔ چوتھی تصنیف میری سفر نامہ ہے کہ جو حال تین برس کے سفر میں، مَیں نے دیکھا، اس کو اس میں لکھا۔ پانچویں تصنیف میری تواریخ ضلع حصار ہے کہ جس ضلع کا بندوبست میں نے ختم کرایا۔ چھٹی تصنیف میری تواریخ ضلع سیالکوٹ ہے، جس کی قدر گورنمنٹ سے ہوئی اور خلعت ملا۔ ساتویں تصنیف میری یارقند کے راستوں کا حال ہے[۳۷]۔

آٹھویں تصنیف میری 'ہدایت نامہ' ترتیب دفتر محکمہ مال، فوجداری، دیوانی و نیز 'ہدایت نامہ پٹواریاں ضلع اجمیر' ہے۔ نویں تصنیف میری اب یہ کتاب ہے۔ آئندہ اگر کچھ عرصہ میری زندگی قائم رہی اور تندرستی نے وفا کی تو راجگان ضلع کانگڑہ کی تواریخ لکھنے کا ارادہ ہے کہ جس تواریخ کا بہت سا ساماں میرے پاس جمع ہے۔

یادداشت خدمات سردار بہادر لالہ امین چند، جوڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر اجمیر، رئیس بجواڑہ، ضلع ہوشیار پور، قسمتِ جالندھر، ملکِ پنجاب

قبل اس کے کہ میں اپنی سرکاری ملازمت کا حال تحریر کروں۔ اول میں مختصر ذکر تواریخ، اپنے خاندان کا، ذیل میں لکھتا ہوں۔

یہ خاندان قدیم سے نام وَر رہا ہے، چنانچہ عہد سلطنت مغلیہ میں میرے بزرگوں نے بڑی بڑی خدمات نمایاں انجام دی ہیں کہ جن کے صلہ میں ان کو معافیات عطا ہوئیں اور ان معافیات کو گورنمنٹ انگریزی نے بھی مسلّم و برقرار رکھا۔ علاوہ بریں ہم کو موروثی خطاب (لالہ) کا بہ نظر اس قدر و منزلت کے، کہ جو ہمارے بزرگوں کو اس زمانہ میں حاصل تھی، شہنشاہانِ دہلی سے عطا فرمایا گیا تھا کہ جس لقب سے اب تک یہ خاندان پکارا جاتا ہے[۳۸]۔ بعد زوالِ سلطنتِ مغلیہ، جب کہ تمام ملک میں بے انتظامی اور فساد برپا ہو گیا تھا تو ہمارے بزرگوں نے اپنی رعایا کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط قلعہ خاص بجواڑہ میں تعمیر کیا تھا اور اس وقت دراصل ہم ہی بجواڑہ کے مالک و حکمران تھے[۳۹]۔

تاریخ ۲۷ صفر ۱۱۸۱ھ [بہ مطابق جولائی ۱۷۶۷ء] کو ہمارے دشمنوں نے اس قلعہ پر براہِ مکر و فریب قبضہ کر لیا۔ جس میں بہت سے جان و مال کا نقصان ہوا[۴۰] اور اس وقت کی واردات کا واقعہ ایک صورت حال میں مفصّل درج ہے کہ جو اس وقت تیار ہوئی تھی اور موجود ہے[۴۱]۔

سکھوں کی عملداری میں ہمارے بزرگ بڑے معتمد عہدوں پر ممتاز رہے اور جب سرکارِ انگریزی کا قبضہ پنجاب پر ہو گیا، تب رابرٹ کسٹ صاحب بہادر، ڈپٹی کمشنر ہوشیار پور نے بہ لحاظِ قدر دانی و دیانتداری اس خاندان کے، مجھ کو اٹھارہ برس کی عمر میں مدرسہ سے اپنے دفتر میں کام سکھلانے کے واسطے طلب کر لیا۔

اس طرح سے میری خدمات ۷ جولائی ۱۸۴۶ء سے شروع ہیں۔ میری ترقی جلد بہ عہدۂ تحصیل داری، ضلع انبالہ میں ہو گئی۔ ۱۳۱ اگست ۱۸۵۰ء تک عہدہ تحصیل داری پر مامور رہنے کے بعد میں خود مستعفی ہوا، اور بہ نظرِ فائدۂ عام، ملکِ ہند کی سیر کو نکلا۔ اس طرح سے میں نے اپنے ہم وطنوں کے لیے اس بات کی نظیر قائم کر دی کہ مختلف ملکوں اور وہاں کے باشندوں کے رسم و رواج سے واقفیت حاصل کرنے پر انسان شائستہ اور تربیت یافتہ ہوتا جاتا ہے۔ مجھ کو سفر میں بہ باعث نہ ہونے ریل و تار برقی کے، فی الحقیقت بہت سی مشکلات پیش آئیں لیکن میں نہایت خوشی کے ساتھ یہ بات لکھتا ہوں کہ میں نے اپنے حالاتِ سفر کی ایک کتاب واسطے فائدہ عام کے چھپوائی، کہ جو بہ لحاظ ہونے تواریخ زمانہ حال کے، ممالکِ مغربی و شمالی کے دیسی مدارس میں بہ طور درسی کتاب کے مقرر کی گئی۔ میں ستمبر ۱۸۵۰ء میں سفر کرنے کو نکلا تھا اور ۱۰ فروری ۱۸۵۳ء کو سفر سے واپس لوٹا۔ ۱۱ فروری ۱۸۵۳ء کو میری تقرری بہ عہدہ سررشتہ داری مال، ضلع راولپنڈی میں ہوئی۔ یکم جون ۱۸۵۵ء کو اسی ضلع میں سپرنٹنڈنٹ محکمہ بندوبست مقرر ہوا۔ یکم دسمبر ۱۸۵۶ء کو تحصیل دار بنا۔ ۲۸ جولائی ۱۸۵۸ء کو بہ عہدۂ اعلیٰ، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ترقی یاب ہوا۔ مجھ کو وقتاً فوقتاً جلد ترقی ملتی رہنے سے صاف ظاہر ہے کہ کس طور سے میں اپنی خدمات بجالایا۔

اب میں علاوہ خدماتِ سرکاری کے، مختصر حال دیگر خدمات کا جو میں نے ادا کیں، آگے لکھتا ہوں۔ وہ وفادارانہ خدمات کہ جو بیدی بکرماں سنگھ کے بلوہ میں ۱۸۴۹ء میں ادا کیں اور جن سے انگریزی حکام اچھی طرح واقف تھے۔ ایک ہدایت نامہ پٹواریاں تیار کیا۔ جو صاحب فنانشل کمشنر بہادر کی منظوری سے اضلاعِ پنجاب میں شائع ہوا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں جو بغاوت کہ کوہِ مری کے قرب و جوار میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اس کے فرو کرنے اک مشکل کام میرے سپرد کیا گیا تھا۔ باوجود یہ کہ میرے زیرِ حکم سپاہی قواعد داں تھے مگر تو بھی میں نے ان کی مدد سے باغیان کے دیہات کو غارت کر کے ان کو مغلوب کر لیا۔ بجلد، وے ان خدمات کے میری ترقی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر کے عہدہ پر ہوئی اور مجھ کو ایک خلعت ملا اور بجواڑہ میں معافی عطا ہوئی۔ رپورٹ ہائے بندوبست میں میری تعریف لکھی گئی۔ علاوہ اس کے میرے پاس حکام ضلع راولپنڈی کے عمدہ عمدہ سرٹیفکیٹ موجود ہیں۔

۱۸۶۰ء میں میری تبدیلی ضلع حصار میں ہوئی اور محکمہ بندوبست کا پورا اہتمام، بلا ماتحتی کسی یورپین افسر کے مجھ کو سپرد کیا گیا اور میں نے بہ امداد پٹواریان اور عملہ ضلع کے، بصرفِ قلیل یعنی دو ہزار روپیہ میں اس ضلع کے بندوبست کا کام ختم کرا دیا۔ بعد ختم ہونے کام بندوبست کے میں نے ضلع حصار کی ایک تواریخ تیار کی، جو کہ فروختِ عام کے واسطے چھپوائی گئی اور اس ضلع میں

بہت سی جلدیں اس کی فروخت ہوئیں۔ نمائش گاہِ پنجاب میں، جو مَیں نے مدد دی، اس کی عوض میں مجھ کو سند عطا ہوئی۔ سمت ۱۹۱۷ بکرماجیت [بمطابق: ۱۸۶۰ء] میں جو قحطِ عظیم پڑا تھا، اس وقت امدادِ غربا کا اہتمام میرے سپرد رہا، جس کی بابت لوکل گورنمنٹ نے میرا شکریہ اس عمدہ رپورٹ کی بابت ادا کیا جو میں نے بابت قحط کے تیار کی تھی۔

اخیر ۱۸۶۴ء میں میری تبدیلی ضلع سیالکوٹ میں بہ عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، صیغۂ بندوبست میں ہوئی۔ جہاں کہ میں نے باوجود کثرتِ کارِ سرکار کے، کرنیل مرسر صاحب، ڈپٹی کمشنر کو اکثر اموراتِ ترقی اور بہبودی و تہذیبِ ملک کی اشاعت میں مدد دی۔ ترقی تعلیم میں بھی میں نے بڑی کوشش اور محنت کی کہ جس کے صلہ میں مجھ کو سرٹیفیکیٹ و خلعت، گورنمنٹ سے عطا ہوا۔ جو خدمات میں نے محکمۂ بندوبست میں انجام دیں، ان کے صلہ میں جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر سر ڈانلڈ میکلوڈ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے بہ مقام سیالکوٹ مجھ کو خلعت عطا فرمایا۔ ضلع سیالکوٹ کے اقوامِ مختلفہ کی رسم و رواج کی جو تاریخ میں نے لکھی تھی، اس کی دو ہزار جلدیں چھپ کر فروخت ہوئیں اور بذریعہ چٹھی صاحب سیکرٹری گورنمنٹ ہند، نمبری ۱۹۰ مورخہ ۵ مارچ ۱۸۷۵ء موسومہ صاحب سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب، بہ لحاظ عام فوائد کتابِ مذکور کے، ایک خلعت تعدادی تین روپیہ کا، ایک جلد کتاب گورنمنٹ سے مجھ کو مرحمت ہوئی۔

۲۷ نومبر ۱۸۶۸ء کو میری تبدیلی ضلع کانگڑہ کے بندوبست میں ہوئی۔ جہاں کہ میری صحت میں بہ وجہ کثرتِ کار فرق آ گیا مگر باوجود اس کے، میری سرگرمی رفاہِ عام کے کاموں میں کم نہیں ہوئی۔ امورِ ترقیِ تعلیم و اشاعتِ تہذیب میں، مَیں نے کماحقہ مدد دی اور علاوہ اس کے ایک کتاب تیار کی، جس میں لداخ کی تجارت کے راستوں کا بیاں ہے اور یہ کتاب چھپ کر بہ منظوریِ حکام شائع ہوئی۔ میں یونیورسٹی پنجاب کالج کے سینٹ کا بھی ممبر ہوں۔

پالم پور کے میلے [۴۲] قائم کرنے کے وقت میں نے بڑی مدد دی اور پہلے میلہ کی رپورٹ میں نے ہی لکھی۔ جس کا شکریہ سیکرٹری آف سٹیٹ نے ادا کیا۔ ماہ مئی ۱۸۷۱ء میں بہ وجہ علالت کے، میں نے بندوبست کے کام پر جانا منظور نہ کیا اور میری تبدیلی بہ عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ضلع گجرات میں ہوئی۔ اسی سال ہمراہ دیگر اکسٹرا اسسٹنٹان پنجاب کے، جولائی ۱۸۷۱ء میں مجھ کو خطاب رائے بہادر کا ملا۔ یکم اگست ۱۸۷۱ء کو میری تبدیلی پنجاب سے بہ عہدۂ جوڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر، اجمیر ہوئی۔ ضلع اجمیر کا اردو دفتر، جو نہایت ابتر ہو رہا تھا، اس کی ترتیب و درستی، میری نگرانی سے ہوئی۔ جس کے صلہ میں ایک طلائی گھڑی گورنمنٹ انڈیا کے حضور سے مجھ کو عطا ہوئی۔

ضلع اجمیر کے پٹواریاں کی ہدایت کے واسطے حسب الارشاد حکام اعلیٰ، میں نے ایک دستور العمل تیار کیا اور ایک مسودہ دستور العمل کا حسبِ خواہش جناب صاحب فنانشل کمشنر پنجاب، تیار کیا۔ جس کی بابت صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ چٹھی

سیکرٹری صیغۂ بندوبست، نمبر ۵۲۶ر حرف ایس، مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۷۷ء شکریہ ادا کیا اور ایک جلد بطور انعام کے عطا فرمائی۔

میں نے ضلع اجمیر کی جائیدادِ ٹھاکران کی بابت، حالات مفصل (دامی عدالت کے) واقفیت کے واسطے بہم پہنچائے۔ جس کی عوض میں صاحب چیف کمشنر بہادر، سر لوئیس پیلی صاحب [۴۳] نے اپنی چٹھی نمبر ۹۷۸ مورخہ ۸ دسمبر ۱۸۷۳ء میں میرا شکریہ ادا کیا ہے۔ اجمیر میں کمیٹی ہائے ہوم و جاگیر و تیاری سب سٹینٹیولا [substantive law] یعنی قانون کی تیاری میں، مَیں شریک تھا کہ جس میں میری خدمات کی قدر و منزلت بخوبی تسلیم کی گئی۔ اخیر میں دیسی صنعتوں اور دستکاریوں کی نمائش گاہ کی بنیاد، بہ ذریعہ راجپوتانہ سوشل ایسوسی ایشن کے، ڈالی۔

بہ صلہ ان سب خدمات کے، جو میں نے گورنمنٹ کی ملازمت میں وقتاً فوقتاً کیں۔ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کے دربارِ قیصری دہلی، میں مجھ کو خطابِ سردار بہادر و تمغہ نقرئی و سند بطور ذاتی امتیاز کے عطا ہوا۔

[یہاں ایک صفحے پر جدول کے ذریعے اپنی تمام ملازمت کا ریکارڈ دکھایا گیا ہے۔]

یادداشت

۹ دسمبر ۱۸۷۸ء سے بیماری کی رخصت پندرہ ماہ، نصف تنخواہ پر، بہ بذریعہ ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ حاصل کی۔ ۹ مارچ ۱۸۸۰ء کو اپنے کام پر حاضر ہوا۔ آخر اپریل ۱۸۸۰ء تک کام کیا۔ یکم مئی ۱۸۸۰ء سے دو برس کی فرلو رخصت [furlough leave] حاصل کی [۴۴] کہ اب یہ رخصت ۱۳ اپریل ۱۸۸۲ء کو ختم ہو گی۔ اس رخصت کی میعاد گزرنے پر پنشن لینے کا ارادہ ہے۔ مسلسل مدت ملازمت ۱۱ فروری ۱۸۵۳ء یعنی سر رشتہ داری ضلع راولپنڈی سے شروع ہو کر ۹ دسمبر ۱۸۷۸ء تک ختم ہوتی ہے۔ یعنی کل مدت پچیس برس، دس ماہ، چار یوم ہوتے ہیں۔ (اگر ایک ماہ اور تیئس یوم پچھلی کارگزاری کے بھی شامل کیے جائیں تو مسلسل مدتِ ملازمت ۲۵ برس، گیارہ ماہ، ستائیس یوم ہوتے ہیں) اور اگر چار برس، ایک ماہ، پچیس دن پہلی نوکری کے بھی شمار کیے جاویں کہ جو بہ ارادہ سفر ہندوستان چھوڑی گئی تھی تو ۲۹ برس، گیارہ ماہ اور انیتس یوم کی نوکری ہوتی ہے۔ (اگر ایک ماہ اور تیئس دن، پچھلی کارگزاری کے بھی شامل کیے جاویں تو تیس برس، ایک ماہ اور بائیس دن کی ملازمت ہوتی ہے۔)

فقط

خاتمہ کتاب

میرا ارادہ تھا کہ حکام انگریزی کی اسناد کو جو وقتاً فوقتاً میری حسن خدمات کے بدل مجھے ملتی رہیں، اس کتاب کے خاتمہ پر ضلع وار ترتیب سے اس کتاب کے ساتھ ہی چھپواؤں لیکن وہ کام ذرا دیر کا ہے اور میں اب زیادہ توقف کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا اس کام کا انصرام میں لالہ رام چند اور سنسار چند کے سپرد کرتا ہوں کہ جب وہ فرصت پاویں تو بطور جلد دوم کے کل اسناد کو چھپوا دیں۔ نصف

حصہ میں اردو ترجمہ ہو، دوسرے نصف میں انگریزی یا جیسا ان کے نزدیک ترتیب مناسب ہو۔ پریفیس [preface] اس کا یہ لکھا جاوے گا کہ ان اسناد کو صرف دو غرض سے چھپوایا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ میری آئندہ نسلوں کو انھیں دیکھ کر فخر حاصل ہو، تا کہ وہ ایسی ہی خیر خواہانہ خدمات کرنے کی کوشش رکھیں اور برٹش گورنمنٹ کے ہمیشہ وفادار اور خیر خواہ بنے رہیں۔ دوم اس غرض سے کہ جن حکام کی سندیں موجود ہیں، ان کی نسلوں سے اور میری اولاد سے، ایک باہم رابطہ محبتِ دلی کا قائم رہے۔

ہماری خاندانی تواریخ میں پانچ زمانے بڑی یادگار کے قابل ہیں۔ اول لالہ بنی داس صاحب کا زمانہ، کہ جنھوں نے شاہنشاہ اکبر کے عہد میں داخل ملازمت ہو کر عزتِ خاندان کو بڑھایا۔ دوم لالہ کانشی داس صاحب و لالہ گوکل داس صاحب کا زمانہ ہوا کہ جنھوں نے اپنے بزرگوں کی نام وری کو ترقی دی اور عزت و اعتبار کو بڑھایا اور سات قطعۂ باغ، املاکِ معافی کے طور پر، پرگنہ بجواڑہ میں حاصل کیے۔ جن میں سے دو قطعۂ باغ، خاص بجواڑہ میں اب تک واگزار ہیں۔ جن کا فائدہ سارے خاندان کو پہنچتا ہے۔ اس سے ان کا نام ہمیشہ کو زندہ ہے۔

سوم، لالہ قولاپت صاحب کا زمانہ، کہ جنھوں نے بہ عہد اورنگ زیب، جب اوّل ہی اوّل سکھوں نے سرہند کو لوٹا تھا، خدمات کر کر پہلے سے بھی زیادہ نام وری حاصل کی۔ پرگنہ بجواڑہ کی حکومت پر اختیار پایا۔ لالہ کا خطاب حاصل کیا۔ سات گاؤں جاگیر ملی، جس میں بجواڑہ بھی تھا۔ جن کو ان کے بعد تین پشتیں کھاتی رہیں۔

چہارم لالہ دُنی چند صاحب کا زمانہ، کہ جنھوں نے بہت سی خیر خواہانہ اور وفادارانہ خدمات اپنی، گورنمنٹ کے واسطے کیں۔ انھیں کا کام تھا کہ آدینہ بیگ خان، ناظم دوآبہ جالندھر کے حکم سے، بہ عوض تین لاکھ روپیہ کے، احمد شاہ درانی کی قید میں بہ طور یرغمال کے چلے جانا، پھر وہاں سے بہ حکمتِ عملی، پچاس ہزار روپیہ دے کر رہائی پانا۔ جس کے صلہ میں گورنمنٹ مغلیہ کی طرف سے بجائے پچاس ہزار روپیہ خرچ شدہ کے، ان کو ایک لاکھ روپیہ کا انعام ملنا۔ پھر ویران و بے چراغ شدہ قصبہ بجواڑہ کو از سرِ نو آباد کرنا اور رعایا کی حفاظت کے واسطے قلعہ بنانا۔ فوج رکھنا اور ہزارہا روپیہ خرچ کرنا۔ زاں بعد جب مفسدوں نے ان کے قلعہ کو لوٹا اور ہزاروں روپیہ کا مال تاخت و تاراج کیا اور لالہ ہزاری مَل صاحب اور لالہ گلزاری مَل صاحب ان کے بیٹوں کو قتل کیا تو مردانہ ہمت کے ساتھ ان کا بدلا لینا اور مفسدوں کو تہِ تیغ کرنا۔

پنجم، مؤلف کی خوش قسمتی سے بزرگوں کے پرانے قلعہ کی جگھوں پر، جہاں قوم شیخ، ناظمانِ سابق نے مکانات اور حویلیات بنالی تھیں، بہ طور زر خرید اس پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنا۔ اور برٹش گورنمنٹ کی ملازمت میں جو مفسدہ بسال ۱۸۴۹ء بہ ضلع ہوشیار پور اور غدر ۱۸۵۷ء میں بہ مقام کوہِ مری، ضلع راولپنڈی ہوا تھا، اس میں اپنے بزرگوں کی طرح پر خیر خواہانہ خدمت ادا کرنا، جس کے صلہ میں معافیِ جدید حاصل ہوئی اور خاندانی معافی کہ جو شروع عمل داری میں حینِ حیات واگزار ہوئی تھی،

گورنمنٹ پنجاب کی عنایات سے میری خدماتِ خیر خواہانہ کے صلہ میں ان دونوں معافیات کا دوام و واگزار ہونا۔

اس کتاب کو میں اپنی حالتِ بیماری میں شروع کر کر ختم کرتا ہوں۔ اگرچہ جیسا میرا منشاء تھا، میں اس کے مطابق پورا نہیں کر سکا۔ لیکن تو بھی میں غنیمت سمجھتا ہوں کہ میری زندگی میں یہ ختم ہوتی ہے اور پرم ایشور کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی کِرپا سے اس کو میں نے خاتمہ پر پہنچایا۔ اپنی قوم اور اپنے خاندان اور اپنی اولاد کے واسطے اس کتاب کو بطور آخری یادگار کے چھوڑتا ہوں۔

تواریخ قوم کھتریاں
جس کو
بہ نظر فائدہ عام۔ قوم کھتریاں۔ کہ جو کھتری کے نام سے نامزد ہیں
مع
تواریخ اپنے خاندان۔ اور اپنی سوانح عمری کے
جو
بطور استفادہ خاص۔ اپنی آئندہ نسلوں اور اپنے خاندان والوں
کے

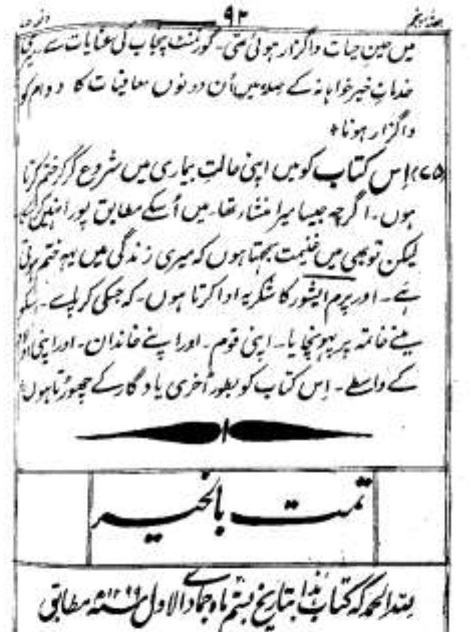
۹۲

میں حین حیات واگزار ہوئی تھی۔ گورنمنٹ پنجاب کی عنایات سے میری خدماتِ خیر خواہانہ کے صلہ میں اُن دونوں معافیات کا دوام کو واگزار ہونا۔

(۷۵) اس کتاب کو میں اپنی حالتِ بیماری میں شروع کر کر ختم کرتا ہوں۔ اگرچہ جیسا میرا منشا تھا۔ میں اُسکے مطابق پورا نہیں کر سکا لیکن تو بھی میں غنیمت سمجھتا ہوں کہ میری زندگی میں یہ ختم ہوتی ہے۔ اور پرم ایشور کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جسکی کرپا سے۔ اسکو مینے خاتمہ پر پہونچایا۔ اپنی قوم۔ اور اپنے خاندان۔ اور اپنی اولاد کے واسطے۔ اس کتاب کو بطور آخری یادگار کے چھوڑتا ہوں۔

تمت بالخیر

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۸۷ء) اسسٹنٹ پروفیسر، ادارۂ زبان و ادبیات اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۱۔ اب تک کی دست یاب معلومات کے مطابق اردو کا پہلا مطبوعہ سفر نامہ تاریخ افغانستان (پہلی اشاعت: فروری ۱۸۴۳ء، دہلی) ثابت ہوتا ہے جو سید فدا حسین عرف نبی بخش بخاری الحیدری کا تحریر کردہ ہے۔ شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی، چنڈی گڑھ، ہندوستان، کے استاد ڈاکٹر علی عباس کی دریافت کے مطابق فدا حسین ۱۸۳۹ء میں انگریزوں کی ایک فوجی مہم کے ساتھ کابل، افغانستان گئے تھے۔ واپسی پر اس سفر کے احوال تاریخ افغانستان کے عنوان سے قلم بند کیے۔ یہ سفر نامہ پہلی مرتبہ ۱۸۴۳ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر علی عباس کو امر چند جوشی لائبریری، پنجاب یونیورسٹی، چنڈی گڑھ سے اس سفر نامے کے قلمی و مطبوعہ دونوں نسخے ہم دست ہوئے ہیں۔

دیکھیے: علی عباس، ''اردو کا پہلا نثری سفر نامہ''، مشمولہ ماہنامہ اردو دنیا (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، جولائی ۲۰۱۹ء)، ۲۱-۲۴۔

تاریخ افغانستان کے علاوہ اردو کے اولین سفر ناموں میں سیاحت نامہ کریم خان اور تاریخ یوسفی شمار ہوتے ہیں۔ یوں تو ایک عرصہ تک یوسف خاں کمل پوش سے ایک ہی سفر نامہ تاریخ یوسفی معروف بہ عجائبات فرنگ یادگار رہا ہے مگر حال ہی میں ان کا ایک اور سفر نامہ سیرِ ملکِ اودھ (سنہ تصنیف: ۱۸۴۷ء) بھی منظر عام پر آیا ہے۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف کو اس سفر نامے کا قلمی نسخہ بوڈلین لائبریریز، اوکسفرڈ یونیورسٹی، انگلستان سے دست یاب ہوا۔ انھوں نے اسے مدوّن کر کے ۲۰۱۷ء میں پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور سے شائع کروا دیا۔

۲۔ منشی امین چند کی اس سیاحت کی تفصیل کے لیے درج ذیل مضامین دیکھے جا سکتے ہیں:

نسیمہ رحمان، ''سفر نامہ منشی امین چند — تحقیق و تجزیہ''، مشمولہ تحقیق نامہ، شمارہ ۱۲ (لاہور: گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، جنوری ۲۰۱۳ء)، ۸۲ تا ۹۰۔

ارشد محمود ناشاد، ''سفر نامۂ منشی امین چند: اردو کا اوّلین اور کم یاب سفر نامہ''، مشمولہ جنوب مغربی ایشیا کا علمی تناظر؛ تاریخ، تہذیب اور ادب (کراچی: ادارہ معارف اسلامی، ۲۰۱۶ء)، ۱۷۹۔

ارشد محمود ناشاد، ''اردو کا ایک نادر اور کم یاب سفر نامہ''، مشمولہ تحقیقی جریدہ، جلد ۳، شمارہ ۱ (سیالکوٹ: گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، جنوری تا جون ۲۰۲۰ء)، ۱-۱۲۔

۳۔ امین چند، سفر نامہ منشی امین چند (لاہور: مطبع کوہِ نور، ۱۸۵۹ء)، ۱-۲، ۱۶-۱۷۔

۴۔ مالک رام، ''ہفتہ وار کوہِ نور''، مشمولہ تحقیقی مضامین (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۴ء)، ۲۳۴۔

۵۔ ارشد محمود ناشاد، ''سفر نامۂ منشی امین چند: اردو کا اوّلین اور کم یاب سفر نامہ''، ۱۷۸۔

نیز ارشد محمود ناشاد، ''اردو کا ایک نادر اور کم یاب سفر نامہ''، ۶۔

۶۔ امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں (دہلی: مطبع فوق کاشی، ۱۸۸۲ء)، ۱۔

۷۔ ایضاً، ۱-۲۔

۸۔ ایضاً، ۱۷-۱۹۔

۹۔ ایضاً، ۲۷۔

۱۰۔ ایضاً، ۳۱۔

۱۱۔ امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۳۲۔

۱۲۔ امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۳۵۔

۱۳۔ امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۵۱-۵۲۔

۱۴۔ *Mutiny Records: Part I—Reports* (لاہور: پنجاب گورنمنٹ پریس، ۱۹۱۱ء)، ۳۷۹-۳۸۳۔

۱۵۔ احمد سلیم، ''۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور پنجاب'' مشمولہ تاریخ، شمارہ ۳۶ (لاہور: ۲۰۰۸ء)، ۱۱۱۔

۱۶۔ *Mutiny Records: Part I—Reports*، ۳۷۸۔ انگریزی متن درج ذیل ہے:

Moonshee Ameen Chund, tehseeldar of Rawul Pindee, rendered good service during the rising at Murree, which, having been performed under your own eye, you will no doubt be able suitably to acknowledge. His conduct has been worthy of all praise. I have noticed this officer again at the close of my report.

۱۷۔ میجر جے ای کریکروفٹ [Major J. E. Cracroft]، *Report on the Settlement of the Rawul Pindee District* (۱۸۶۴ء)، ۴۶۔ انگریزی متن:

During the earlier part of the Settlement until 1860, I was greatly indebted to the services of Moonshee Ameen Chund, Superintendent, now an Extra Assistant. He had begun life under Mr. Cust, and had received from him most excellent training. He successively passed through all the lower grades of the District Office, was made Superintendent of Settlement, and during 1857 did good service as a Tehseeldar, was promoted to an Extra Assistant Commissionership, and worked in this District until 1860, when, during my absence in Europe, he was transferred to the Hissar District. A man of singular ability, amiable temper, and great industry, he did more for the Settlement than almost any other Official did.

۱۸۔ میجر جے ای کریکروفٹ [Major J. E. Cracroft]، *Report on the Settlement of the Rawul Pindee District*، ۱۷۹-۱۸۰۔ انگریزی متن:

It now remains to notice the several Officers, to whose aid I am indebted for the prosecution of the labors, which form the subject of this report. The statement showing the description and quantity of the work, will afford at a glance all information required in regards to each officer. I will confine myself therefore, to a few general remarks…

To Moonshee Ameen Chund and Hookum Chund, I am indebted for most assistance. I do not know which of the two to commend most. They are both admirable officers in every department, intelligent, accessible, zealous, indefatigable, well conducted, thoroughly acquainted with every part of their work. They both commenced their Settlement experience in this District. Patient and thorough in their investigations, their judgment is sound and seldom, if ever fails to arrive at the right conclusion. Both have made themselves a name in this District and will long be remembered by all classes of the community and I trust their services will, at the proper time, meet with due reward. Moonshee Ameen Chund did most Measurement and Khewat work and Moonshee Hookum Chund most Judicial work.

۱۹۔ رابرٹ نِیدھم کسٹ [Robert Needham Cust]، *Linguistic And Oriental Essays (Fourth Series)* (لندن: لوزیک اینڈ کو، ۱۸۹۵ء)، ۲۳۱۔ انگریزی متن:

In the autumn of 1850, in communication with and with the approval of John Lord Lawrence, then a member of the Board of Punjab Commission, I took three months accumulated Privilege Leave, made over charge of my District of Ambala and visited seriatim every one of the Cis-Indus Districts of the newly annexed Province of the Punjab, reporting by letter the expression of my opinion. In 1861, I was deputed, after a lapse of ten years, to make a second inspection. Beyond the Indus I visited Derah Ghazi Khan and Peshawar and traversed the Kingdom of Jammu-Kashmir, the Sovereign of which was my personal friend. I was accompanied by an intelligent Official, whom I had trained since 1846: under my guidance he took notes of all that he saw, in the Hindustani Language and the Arabic Character.

We dropped down the Indus into the Province of Sindh, took ship at Karachi and reached

Bombay. On the 10th January 1851, I embarked for England and Amin Chand, accompanied by my Native servants, worked his way back through the Central Provice to Agra in Northern India and thence Northwards to his home at Bijwara in the Hoshyarpur District of the Punjab. By the time that I returned to India, after a tour in Turkey and Palestine, he had compiled his narrative of the whole expedition, which he had accomplished, telling the story in his own way. I had it printed with a Vernacular Map at Dehli in 1853 and wrote the preface.

۲۰۔ www.facebook.com/Sbac-sensec-school-Bajwarahsp-205803712821162 (۱۷ دسمبر، ۲۰۲۱ء)

۲۱۔ www.facebook.com/Sbac-sensec-school-Bajwarahsp205803712821162/photos/906822922719234 (۱۷ دسمبر، ۲۰۲۱ء)۔

۲۲۔ لالہ کشن چند، لالہ لعل جی مَل کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ لالہ چوہڑ مَل اور لالہ چڑہت رام، ان کے بھائی تھے۔ کشن چند کی شخصیت کے بارے میں امین چند لکھتے ہیں: ''لالہ کشن چند صاحب ایسے بارعب اور صاحبِ دبدبہ تھے کہ تمام شہر بجواڑہ، اُن کی حکومت کو قبول کرتا تھا۔ باوجودیکہ حاکم نشین جگہ تھی اور قلعہ سرپر تھا مگر کوئی جھگڑا شہر کا، حاکم تک نہیں جانے پاتا تھا۔ چنانچہ جب کوئی تنازعہ اٹھتا تھا تو دونوں فریق لالہ کشن چند صاحب کے پاس چلے آتے تھے اور وہ جو فیصلہ کر دیتے تھے اس پر راضی ہو کر واپس چلے جاتے تھے۔ وہ رُورعایت کسی کی نہیں رکھتے تھے۔ سچائی کے دوست تھے۔ یہی سبب تھا کہ ان سے سب لوگ ڈرتے تھے اور ان سے پیار بھی کرتے تھے۔''

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۶۔

۲۳۔ پہلی سکھ-انگریز جنگ (۴۶-۱۸۴۵ء) کے اختتام پر ہونے والے معاہدۂ لاہور کے نتیجے میں جالندھر دوآب، ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ دریائے ستلج اور دریائے بیاس کے درمیانی علاقے کو جالندھر دوآب کہا جاتا ہے۔ جالندھر دوآب کے اہم مقامات میں نکودَر، پھگواڑہ، پھلور، ہوشیارپور، کپورتھلہ وغیرہ شامل ہیں۔ پہلی سکھ-انگریز جنگ کا پس منظر یہ تھا کہ رنجیت سنگھ کی وفات (۱۸۳۹ء) کے بعد کچھ ہی برسوں میں چند در چند وجوہات کی بنا پر سکھ حکومت کے دبدبے میں فرق آنے لگا۔ ۱۸۴۵ء کے اواخر میں نابالغ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی والدہ اور سرپرست مہارانی جِنداں نے لاہور دربار کے مختلف طاقتور گروہوں کی طاقت کو توڑنے اور ان کی توجہ سازشوں سے منعطف کرنے کے لیے انگریزوں سے لڑنے کا منصوبہ بنایا۔ اس زمانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی سرحدیں دریائے ستلج تک وسیع ہو چکی تھیں۔ دسمبر ۱۸۴۵ء کے اوائل میں سکھ افواج نے دریائے ستلج عبور کر کے کمپنی کے عمل داری والے علاقے میں اترنا شروع کر دیا۔ اگلے دو تین ماہ کے دوران متعدد مقامات پر سکھ افواج اور کمپنی کی افواج کا مقابلہ ہوا جن میں سکھ افواج کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ کمپنی کی افوج کی قیادت ہنری ہارڈنگ (Sir Henry Harding۔۱۷۸۵ء-۱۸۵۶ء) اور ہیوگف (Sir Hugh Gough۔۱۷۷۹ء-۱۸۶۹ء) کر رہے تھے۔ فیروز شاہ، بڈووال، علی وال، مدکی اور سبھراؤں کی جنگیں اس فوجی مہم کا نمایاں حصہ تھیں۔ سبھراؤں کی جنگ میں سکھ افواج کو شکست دینے کے بعد کمپنی کی افواج بہ راہِ راست لاہور آ پہنچیں اور سکھ دربار کو ہزیمت اٹھانے کے بعد معاہدۂ لاہور (۱۸۴۶ء) میں شامل ہونا پڑا جس کے تحت جالندھر دوآب کا علاقہ کمپنی کی عملداری میں چلا گیا۔ ڈیڑھ کروڑ روپے تاوان میں سے پچاس لاکھ روپے معاف کر دیے گئے۔ لاہور دربار کے پاس باقی رقم بھی نہ تھی لہٰذا اس رقم کے عوض کشمیر، تبت، لداخ، جموں کے علاقے انگریزوں کے حوالے کر دیے گئے۔ یہ علاقے بعد میں گلاب سنگھ کی عمل داری میں دے دیے گئے۔

دیکھیے:

عزیزالدین احمد، پنجاب اور بیرونی حملہ آور (لاہور: مکتبہ فکرودانش، ۱۹۹۰ء)، ۱۱۳-۱۱۸۔

کنہیالال، تاریخِ پنجاب (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، عکسی اشاعت، ۱۹۹۰ء)، ۴۱۸-۴۲۸۔

محمد لطیف، سید، تاریخِ پنجاب (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۴ء)، ۹۸۸-۱۰۱۳۔

مدیرانِ دائرۃ المعارف بریٹانیکا، ''Sikh Wars''، https://www.britannica.com/topic/Sikh-Wars (۲۳ دسمبر ۲۰۲۱ء)

۲۴۔ رابرٹ نیدھم کسٹ (Robert Needham Cust۔۱۸۲۱ء-۱۹۰۹ء) ایسٹ انڈیا کمپنی کے انتظامی افسروں میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ۲۴ فروری ۱۸۲۱ء کو

پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۳ء میں بنگال سول سروس میں شامل ہوئے۔ زیادہ تر شمال مغربی سرحدی صوبے اور پنجاب میں خدمات انجام دیں۔ پہلی سکھ-انگریز جنگ میں شامل تھے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد صوبہ پنجاب کے بندوبست کے اہم رکن رہے۔ ۱۸۶۴ء میں ہندوستان کے ہوم سیکریٹری مقرر ہوئے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے اعزازی سیکریٹری بھی رہے۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو انتقال ہوا۔ انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی زبانوں میں متعدد موضوعات پر کئی ایک کتب ان سے یادگار ہیں۔ منتخب تصانیف کی فہرست ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

History of Cockayne-Hatley Church, 1851. *Manuals for Guidance of Native Officials in the Urdu Language*, 1859- *Punjab Revenue Manual*, 1865. *Revenue Law of North-West Provinces of India*, 1867. *Land –Revenue Procedure for Northern India*, 1870. *Modern Languages of the East Indies*, 1878. *Linguistic and Oriental Essays, Series I*, 1880. *Modern Languages of Africa*, 2-Vols, 1883. *Linguistic and Oriental Essays, Series II*, 1887. *Modern Languages of Oceania*, 1887. *Modern Languages of the Caucasian Group*, 1887. *Languages of the Turki Branch of the Ural-Altaic Family*, 1889. *Poems of Many Years and Places*, 1887. *Cloud on the Horizon, Or the Various Forms of Religious Error, 1890*. *Linguistic and Oriental Essays, Series III*, 1891. *Addresses on Bible Diffsion*, 1892. *Essay on the Methods of Evangelization of the World*, 1894. *Linguistic and Oriental Essays, Series IV*, 1895.

دیکھیے:

چارلس ایڈورڈ بکلینڈ [C. E. Buckland]، *Dictionary of Indian Biography* (لندن: سوان سنینشن اینڈ کو، ۱۹۰۶ء)، ۱۰۵۔

رابرٹ نِید ھم کسٹ [Robert Needham Cust]، *Linguistic And Oriental Essays (Fourth Series)*، اندرونی ٹائٹل۔

امین چند رابرٹ کسٹ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> یہ اوّل ڈپٹی کمشنر ضلع ہوشیار پور کے ہوئے۔ انھیں کے عہد میں مَیں نے نوکریِ گورنمنٹ شروع کی اور کام سیکھا۔ پھر انبالہ کو تشریف لے گئے۔ وہاں مجھ کو بلا کر تحصیل دار کیا۔ زاں بعد فنانشل کمشنر پنجاب ہوئے۔ پھر ممالک مغربی شمالی میں حاکم صدر بورڈ ہوئے۔ زاں بعد ممبر کونسل گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ وہاں سے پنشن لے کر ولایت کو گئے۔ مجھے سب کاموں میں انھوں نے ہی بطور شاگردوں کے، سکھلایا تھا۔ ان کے کئی سرٹیفکیٹ موجود ہیں۔

امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۱۱۷۔

۲۵۔ پہلی سکھ۔انگریز جنگ کے نتیجے میں جہاں جالندھر دو آب ایسٹ انڈیا کمپنی کی عمل داری میں چلا گیا وہیں ستلج اور راوی کا درمیانی پہاڑی علاقہ اور ہمالیہ کی ترائی کے وہ علاقے جو پنجاب سے متصل تھے، بھی کمپنی نے ہتھیا لیے۔ کانگڑہ، نور پور، جسوان، ڈُون، شاہ پور، حمیر پور، داتر، امب، اُنا، پٹھان کوٹ اس علاقے کے نمایاں مقامات تھے۔ ۱۸۴۸ء کے آغاز میں جب کمپنی کی عمل داری کو مزید راسخ کرنے کے لیے اس علاقے میں انگریزی افواج کی چھاؤنیاں اور مراکز قائم کیے جانے لگے تو یہاں کے لوگوں کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔ اگست ۱۸۴۸ء کے اختتام پر نور پور کے ایک سابق وزیر کے بیٹے رام سنگھ نے چند مہم جُو افراد کو لے کے شاہ پور کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ علاقے میں خوشی کے شادیانے بجائے گئے اور انگریزی عمل داری کے خاتمے کا اعلان کیا گیا۔ اس مہم جُوئی کی خبر کانگڑہ سے پہلے ہوشیار پور پہنچی۔ وہاں کی انگریز انتظامیہ نے کمک کے لیے فوج روانہ کر دی۔ اسی اثنا میں یہ شورش اور پھیل گئی۔ بساوا سنگھ نے پٹھان کوٹ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ جسوان اور داتر پور کے راجاؤں نے بھی ان مہموں میں مقدور بھر حصہ لیا۔ اُنا میں مقیم سکھوں کے مذہبی راہ نما بیدی بکرماں سنگھ نے بھی اپنے پیروکاروں کو اس تحریک میں شامل کر دیا۔ یوں وادی جسوان میں حاجی پور سے لے کر روپڑ تک محاذ گرم ہو گیا۔ دسمبر کے آتے آتے انگریزی افواج کو اکادکا فتوحات ملنے لگیں۔ کٹوچ کے راجا اور اس کے سپاہیوں کا زور توڑ دیا گیا اور رِیاہ کا قلعہ بھی قبضے میں لے لیا گیا۔ جسوان کے راجا نے کچھ مزاحمت کی لیکن شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ بیدی بکرماں سنگھ اس صورت حال سے پریشان ہو گئے۔ انھوں نے اور دوسرے باغی راہ نماؤں نے راجا شیر سنگھ اٹاری والا سے مدد چاہی جو اس وقت لاہور دربار کی طرف سے ہزارہ کا گورنر تھا لیکن انگریز افواج جنرل وھیلر Gen Wheeler کی سربراہی میں پیش قدمی جاری رکھے تھیں۔ ۱۸۴۹ء کے اوائل میں کانگڑہ کی شورش پر قابو پا لیا گیا۔

دیکھیے: *Gazetteer of the Kangra District 1883-84*، جلد ا (کلکتہ: سنٹرل پریس کمپنی، لمیٹڈ ۱۸۸۴ء)، ۴۵-۴۷۔

بیدی بکرماں سنگھ، باباکالا دھاری کی اولاد میں سے تھے۔ باباکالا دھاری کا نسب گورونانک سے جاملتا ہے۔ اس بنا پر اس خاندان کو جالندھر دوآب میں خاصی نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ بکرماں سنگھ، باباکالا دھاری کے پوتے بیدی صاحب سنگھ کے بیٹے تھے۔ بیدی صاحب سنگھ کو لاہور دربار میں خاصی پذیرائی حاصل تھی۔ بکرماں سنگھ، والد کی وفات ۱۸۳۴ء کے بعد ان کے روحانی جانشین بنے۔ ۱۸۴۶ء میں پنجاب کے جزوی سقوط کے بعد انھوں نے سیاسی طور پر انگریزوں کی مخالفت کا فیصلہ کیا لیکن ناکام رہے۔ ان کی جاگیروں پر قبضہ کر لیا گیا اور وطن سے بے دخل کر کے امرتسر بھیج دیا گیا۔ جہاں وہ ۱۸۶۳ء میں وفات پا گئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے بیدی سجان سنگھ جانشین ہوئے۔ دیکھیے:

چارلس فرانسس میسی [Charles Francis Massy]، *Chiefs and Families of Note in the Delhi, Jalandhar, Peshawar and Derajat Divisions* (الٰہ آباد: پائنیر پریس ۱۸۹۰ء)، ۳۳۷-۳۴۱۔ دیکھیے:
https://www.thesikhencyclopedia.com/biographical/sikh-political-figures/bikram-singh-bedi-baba/
(۲۲ دسمبر ۲۰۲۱ء)

۲۶۔ امین چند اپنے بیٹے لالہ رام چند کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

> لالہ رام چند انگریزی، فارسی، شاستری پڑھا ہے۔ خانگی معاملات کے سبب وہ اول اول صیغۂ ملازمت میں داخل نہیں ہوا تھا۔ آخر الامر مسٹر آرتھر برانڈرتھ صاحب کمشنر بہادر نے اس کو نوکری میں داخل کروایا اور نائب تحصیل دار بنایا۔ چنانچہ اول ہی سال میں امتحانِ تحصیل داری اس نے پاس کیا مگر میری بیماری کے سبب سے نیز خانگی کاروبار کے باعث سے نوکری پر نہیں رہ سکا اور نہ میرا ارادہ اس کو نوکر کرانے کا ہے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۸۔

۲۷۔ سنسار چند، امین چند کے پوتے اور رام چند کے بیٹے تھے۔ ان کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ البتہ بجواڑہ، ہوشیارپور میں قائم سردار بہادر امین چند سینئر سیکنڈری اسکول میں لگی ایک یادگاری تختی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اسکول ۱۸۸۹ء میں سنسار چند نے اپنے دادا کی یاد میں قائم کیا تھا۔ دیکھیے۔
https://www.facebook.com/Sbac-sensec-school-Bajwarahsp-205803712821162/photos/a.1103503866384471/1103505139717677 (۲۳ دسمبر ۲۰۲۱ء)

۲۸۔ امین چند کے والد لالہ نہال چند، لالہ کشن چند کے منجھلے بیٹے تھے۔ لالہ پَرَبھُ دیال، ان کے بڑے بھائی اور لالہ پُورن چند، ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ لالہ نہال چند کا انتقال ۱۸۵۲ء میں ہوا۔ نہال چند کے تین بیٹے تھے: لالہ امین چند، لالہ ٹھاکر داس اور لالہ حکم چند۔ لالہ ٹھاکر داس، پہلے ضلع ہوشیارپور میں نوکر ہوئے۔ بعد کو نوکری ترک کر کے کاروبار شروع کیا۔ امین چند کے الفاظ میں:

> آدمی بڑا عقیل وذہین ہے اور دھرم آتما یعنی سخی ہے۔ دھرم کے کام میں ان کو بڑا خیال ہے۔ بجواڑہ میں ایک دھرم سال بنوائی ہے کہ جس سے ان کے نام کی بڑی شہرت ہے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۷۔

نہال چند کے بیٹے اور امین چند کے چھوٹے بھائی لالہ حکم چند، اکیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور ایم۔اے کے امتحان میں پنجاب بھر میں اوّل آئے۔ بعد کو پلیڈر چیف کورٹ کے امتحان میں کامیاب ہوئے اور وکیل چیف کورٹ بنے۔ جواں عمری میں انتقال ہو گیا۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۸۔

امین چند، اپنے والد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> لالہ نہال چند بڑے مدبر اور عقل مند تھے۔ خانگی انتظام ان کے متعلق تھا اور ان کو اپنے بڑے بھائی سے ایسی محبت تھی کہ کبھی جدا نہیں ہونا چاہتے تھے۔ جب لالہ پَرَبھُ دیال صاحب سرگباش ہوئے، اس سے ان کو ایسا سخت صدمہ گزرا کہ ایک مہینہ بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ اپنی زندگی میں خاندان مہاراجہ جِینْد میں وکیل رہے۔ و نیز علاقہ جگراؤں میں سدھواں کے کاردار رہے، ریاست کپورتھلہ کی طرف سے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۵تا۴۶۔

۲۹۔ لالہ پرَبھ دُیال، امین چند کے تایا تھے۔ پرَبھ دُیال، لالہ کشن چند کے بیٹے تھے۔ ۱۸۵۲ء میں انتقال ہوا۔ امین چند ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> لالہ پرَبھ دُیال صاحب بڑے نام وَر اور صاحبِ اقبال ہو گزرے ہیں۔ اول اول وہ مہاراجہ نابھ کے ہاں ملازم رہے اور عہدۂ وکالت انگریزی پر کام کرتے رہے۔ زاں بعد ریاست کپور تھلہ میں ناظم علاقہ جگراؤں وغیرہ کے مقرر ہوئے۔ آخر کار اسی ریاست کی نوکری میں بعمل داری سرکار انگریزی ۱۸۵۲ء میں سرگباش ہوئے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۶۔

لالہ مہر چند، لالہ پرَبھ دُیال کے اکلوتے بیٹے تھے، جن کا تذکرہ آگے آتا ہے۔

۳۰۔ سر ڈانلڈ فریَل میکلوڈ (Sir Donald Friell McLeod): ۶ مئی ۱۸۱۰ء کو فورٹ ولیم، کلکتہ میں لیفٹیننٹ جنرل ڈنکن میکلوڈ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی و اعلیٰ تعلیم انگلستان سے حاصل کرنے کے بعد ۱۸۲۸ء میں بنگال سول سروس میں شامل ہو گئے۔ ۱۸۴۹ء تک مختلف ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ ۱۸۴۹ء میں جالندھر کے کمشنر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں ۱۸۵۴ء میں پنجاب کے جوڈیشل کمشنر کے عہدے پر ترقی پائی۔ ۱۸۶۵ء سے ۱۸۷۰ء تک پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر رہے۔ مغربی علوم کو مقامی زبانوں میں پڑھانے کے نقطۂ نظر کے حامی تھے۔ ۲۸ نومبر ۱۸۷۲ء کو لندن میں ایک حادثے میں انتقال کر گئے۔ دیکھیے:

چارلس ایڈورڈ بکلینڈ [C. E. Buckland]، *Dictionary of Indian Biography*، ۲۸۲۔

امین چند تواریخ قوم کھشتریاں کے 'تتمے' میں ان کے بارے لکھتے ہیں:

> یہ بعد جان لارنس، کمشنر قسمت جالندھر کے رہے۔ میں ان کے عہد میں سر رشتہ دار فوجداری، ضلع ہوشیار پور کا تھا۔ پھر انھوں نے مجھ کو راولپنڈی میں سر رشتہ داری مال پر بھجوایا تھا۔ ضلع جھنگ میں مجھے تحصیل دار کرتے تھے مگر صاحبِ ضلع راولپنڈی نے جانے نہ دیا۔ کمشنری سے یہ فنانشل کمشنر پنجاب ہوئے۔ میرا بنایا ہوا 'ہدایت نامۂ پٹواریاں' پنجاب میں انھوں نے جاری کیا تھا۔ پیچھے سے لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ہوئے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۱۱۸۔

۳۱۔ لالہ پُورَن چند، لالہ کشن چند کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ امین چند نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

> لالہ پُورَن چند بڑے وجیہہ اور خوبصورت نوجوان تھے۔ اپنے بھائیوں کی زندگی میں انھوں نے نوکری کی کچھ پروانہ کی۔ پھر انگریزی عمل داری میں ضلع ہوشیار پور میں تھانہ دار رہے اور اسی نوکری میں سرگباش ہوئے۔ ان کو گھوڑے کی سواری کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک گھوڑی کہ جس کی انھوں نے پرورش کی تھی، وہ بمقام گڑھ شنکر مر گئی۔ اس کی موت کا ان کو بڑا رنج ہوا اور اس کی قبر گڑھ شنکر میں بنوائی کہ جو اب تک موجود ہے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۷۔

۳۲۔ مہر چند پہلے ضلع ہوشیار پور میں نوکرِ سرکار رہے اور پھر ضلع امرتسر میں تحصیل دار رہے۔ وہیں سپرینٹنڈنٹ محکمہ بندوبست بھی رہے۔ کم عمری ہی میں تحصیل ترَن تارن، ضلع امرتسر میں انتقال کر گئے۔ امین چند لکھتے ہیں:

> اگر زندہ رہتے تو یقین تھا کہ اکسٹرا اسسٹنٹ بن جاتے مگر ان کی زندگی نے وفا نہیں کی۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۷۔

۳۳۔ حکم چند، امین چند کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کا ذکر اوپر بھی آیا ہے۔ امین چند کے الفاظ میں:

> وہ ہونہار پودا تھا۔ اگر زندہ رہتا تو کسی وقت اعلیٰ نوکری تک پہنچتا۔ افسوس ہے کہ اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ وہ پچیس برس کی عمر میں گزر گیا اور داغِ حسرت سب کے دلوں پر چھوڑ گیا۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۴۸۔

۳۴۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ضلع راولپنڈی میں عام طور پر کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ البتہ مری میں ۲ ستمبر، شب ۲ بجے کے آس پاس تقریباً ایک سو افراد نے، جن میں سے بیشتر ڈُھنڈ عباسی قبیلے سے تھے، انگریزوں کی مرکزی قیام گاہ پر حملہ کیا۔ مری چوں کہ انگریزوں کے قیام کے لیے پسندیدہ مقام تھا، اس

باعث انگریز خواتین اور بچے یہاں خاصی تعداد میں مقیم تھے۔ دوسری طرف پنجاب کے بیشتر انگریز اہلکار دہلی کے محاذ پر جا چکے تھے، ان کے خاندان کے افراد بھی یہیں تھے۔ اس حملے کی مخبری پہلے سے ہو چکی تھی۔ انگریز سپاہی دفاع کے لیے تیار تھے۔ حملہ ناکام رہا۔ اگلے چند روز میں بغاوت میں شریک افراد کا پتا چلایا گیا۔ ۱۱ دیہات جلا دیے گئے۔ ہزاروں روپے مالیت کی کھڑی فصلیں جلا دی گئیں اور مویشی ہانک لے جائے گئے۔ شیر باز خاں کو بیٹوں سمیت توپ کے دہانے سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ سردار خان عباسی کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ دو سرکاری اطبا، ڈاکٹر رسول بخش اور ڈاکٹر امیر علی بھی شریکِ جرم پائے گئے۔ جن کے لیے پھانسی کی سزا ۱۷ر اکتوبر کو عمل دارآمد میں آئی۔

دیکھیے: *Mutiny Records: Part I—Reports*، ۳۷۹–۳۸۳۔

احمد سلیم، "۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور پنجاب"، ۱۱۱۔

امین چند اس وقت راولپنڈی میں تحصیل دار تھے۔ جیسے ہی اس حملے کی خبر راولپنڈی پہنچی، ڈپٹی کمشنر جے ای کریکروفٹ نے منشی امین چند کو تقریباً ۲۰۰ مسلح افراد کے ساتھ مری روانہ کر دیا۔ *Mutiny Records Reports*، حصہ اول میں ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کی مرسلہ رپورٹ میں اس واقعے کا تذکرہ یوں موجود ہے:

> The pulic mind was disturbed, in consequence of the prolonged resistance of Delhi, but no overt act was committed, until on the 2nd of September a report reached me at Kutcherry at about 5 P.M. that an attack had been made on the station at Murree by the hill tribes and that reinforcements were urgently required. I immediately consulted you [Robert Montgomery, Judicial Commissioner of the Punjab] and summoned Moonshee Ameen Chund, Tehseeldar of Rawul Pindee. It was determined to collect, as many men as possible, arm them, and send them to Murree during the night, after having given out arms, ammunition and accoutrements, I dispatched Moonshee Ameen Chund with from 150 to 200 levies and barkundazes.

دیکھیے: *Mutiny Records: Part I—Reports*، ۳۷۲۔

۳۵۔ سر رابرٹ آئلس ایجرٹن [Sir Robert Eyles Egerton] امپیریل سول سروس کے اہم ارکان میں سے تھے۔ ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ اوکسفرڈ اور ہیلی بری کالج سے تعلیم پائی۔ ۱۸۴۹ء میں سول سروس کا حصہ بنے۔ ۱۸۵۷ء کے دوران لاہور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ بعد ازاں ناگ پور کے کمشنر رہے۔ پھر پنجاب کے فنانشل کمشنر مقرر ہوئے۔ وائسرائے ہند کی قانون ساز مجلس کے رکن بھی رہے۔ ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۲ء تک صوبہ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر رہے۔ ۱۹۱۲ء میں انتقال کر گئے۔

دیکھیے: چارلس ایڈورڈ بکلینڈ [C. E. Buckland]، *Dictionary of Indian Biography*، ۱۳۳۔

۳۶۔ لالہ کاشی داس / کانشی داس، لالہ بنی داس کے پوتے تھے۔ لالہ بنی داس شہنشاہ اکبر کے دور میں دیوان ٹوڈر مل کے دفتر میں معزز عہدے دار تھے۔ بنی داس ہی امین چند کے خاندان کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ لالہ کاشی داس بھی اپنے والد لالہ بھوپت رائے کی طرح اسی عہدے پر مقرر رہے۔ لالہ کاشی داس کا اپنا بیٹا کوئی نہ تھا۔ اس لیے انھوں نے اپنے بھتیجے لالہ گوکُل داس (پسر لالہ ملوک چند) کو تولیت میں لے لیا۔ دونوں چچا بھتیجے نے شہنشاہ جہانگیر کے دور میں اپنی موروثی خدمات کو خوب طور پر انجام دیا۔ ایک زمانے میں ڈیوڑھی ہائے بیگمات کا انتظام بھی انھی کے سپرد تھا۔

امین چند لکھتے ہیں:

> شاہنشاہ جہانگیر کے عہد میں لالہ کاشی داس صاحب اور لالہ گوکُل داس صاحب نے اپنی موروثی خدمات پر مامور رہ کر بڑی شہرت اور ناموری حاصل کی تھی۔ اس لیے علاوہ اپنی معمولی خدمات کے (بہ سبب اعتبار و اعزاز کے) 'خدمات ڈیوڑھی ہائے بیگمات' کا کام بھی ان کے سپرد ہو گیا تھا کہ انھیں کی معرفت سے، انھیں کے اعتبار پر پنجاب کے تجارتی مال کی خرید و فروخت بیگمات میں ہوا کرتی تھی۔ اسی پاشاہ کے عہد میں بہ صلہ ان کی خیر خواہانہ خدمات کے، سات قطعہ باغ بہ طور املاک معافی، دیہات پرگنہ 'بجواڑہ' میں سے بہ تفصیلِ ذیل ان کو واگزار ہوئے تھے۔ بمقام بجواڑہ: ۳ر باغ، بمقام مڑولی: ۲ر باغ، بمقام ڈاڈہ: یک باغ، بمقام کاہری: یک باغ۔۔۔ ایک باغ جو لالہ کاشی داس صاحب کو ملا تھا اب تک بنام 'باغ کاسو' نام زد ہے اور واگزار ہے۔ دوسرا باغ جو بنام گوکل داس ملا تھا، اب تک بنام 'باغ گوکل' مشہور ہے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۳۱،۳۲۔

لالہ گوکل داس نے شاہجہاں کا عہد بھی پایا۔ لالہ چھجو مل ان کے بیٹے تھے جو بعد کو ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔

۳۷۔ یار قند: چین کے صوبے سنکیانگ / مشرقی ترکستان کے شمال مغربی حصے میں واقع ایک شہر ہے۔ انیسویں صدی میں یہ ترکستان کے ایک وسیع علاقے کا نام تھا۔ موجودہ جغرافیے کے مطابق یار قند گلگت بلتستان، پاکستان سے خاصا قریب ہے اور دونوں علاقے درّہ متاغ Muztagh Pass کے ذریعے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریز پوری طرح ہندوستان پر متصرف ہو گئے تو دیگر ہمسایہ علاقوں کے سیاسی و معاشی و تجارتی معاملات پر بھی گہری نظر رکھنا شروع کی۔ وسط ایشیائی ریاستوں میں بڑھتا ہوا روسی اثر و رسوخ بھی ان کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔ افغانستان، ایران، برما، تبت کے علاقے بھی اس ضمن میں ان کی نظر میں تھے۔ متعدد سیاسی و تجارتی مہمات مختلف مقاصد کے لیے ان علاقوں میں بھیجی گئیں۔

دیکھیے: https://www.britannica.com/place/Yarkand (۲۷ دسمبر ۲۰۲۱ء)

پنجاب کی شمال مشرقی سرحد سے منسلک ہمالیہ کی ترائی کے راستے بھی لدّاخ اور مشرقی ترکستان (موجودہ سنکیانگ) تک رسائی کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ مشرقی ترکستان کے جغرافیائی و تجارتی معاملات پر عبور حاصل کرنے سے سطح مرتفع پامیر اور وسط ایشیائی ریاستوں تک پہنچنا آسان تھا۔ پنجاب میں ہمالیہ کی ترائی میں اس مقصد کے لیے کانگڑہ کو مرکز بنایا گیا۔ امین چند بھی اس زمانے میں (۱۸۶۷ء کے اواخر سے لے کر مئی ۱۸۷۱ء تک) کانگڑہ میں تعینات تھے اور انگریزوں کے با اعتماد ملازم تھے۔ ممکن ہے کہ وہ کسی مہم کے ساتھ خود بھی لداخ اور یار قند تک گئے ہوں یا پھر دستیاب معلومات کی روشنی میں یہ کتاب ترتیب دی ہو۔

۳۸۔ ''لالہ'' کا خطاب اول اول اس خاندان میں لالہ قولاپت کو مغل دربار سے ملا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد جب مغل سلطنت کے مختلف حصوں میں شورش اور بدامنی کے عمومی حالات پیدا ہو گئے تو پنجاب میں بھی سکھوں نے سر اٹھایا۔ نادر شاہ کا حملہ، سرہند پر سکھوں کی لشکر کشی، وغیرہ کے بعد پنجاب میں مغل اقتدار کی صورتِ حال دگرگوں ہو گئی۔ ایسے دور میں پرگنہ بجواڑہ، ہوشیارپور کی دیکھ بھال لالہ قولاپت کے سپرد ہوئی اور ''لالہ'' کا خطاب دیا گیا۔ یہ خطاب ''رائے''، ''خاں'' یا ''سردار'' کے مماثل سمجھا جاتا تھا۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۳۳-۳۴۔

۳۹۔ لالہ قولاپت کے پوتے لالہ دُنی چند نے یہ قلعہ بجواڑہ میں تعمیر کروایا تھا۔ دنی چند اس زمانے میں ناظم جالندھر دوآب آدینہ بیگ خان کے مقربین میں شمار ہوتے تھے اور اس کے پگڑی بدل بھائی بھی تھے۔

۴۰۔ پنجاب میں مغل دربار کی گرفت جب بتدریج کمزور ہونے لگی تو ۱۷۶۷ء میں چند مفسدوں نے فریب کے ذریعے قلعہ میں داخل ہو کر قبضہ جما لیا اور لالہ دُنی چند کے بیٹوں لالہ ہزاری مل اور لالہ گلزاری مل کو قتل کر دیا۔ لالہ دُنی چند کو اس صورت حال کی خبر ہوئی تو انھوں نے آدینہ بیگ خان، چوہدریانِ پھگواڑہ اور ہوشیارپور کے سرداران بھوپ سنگھ اور صاحب سنگھ کی مدد سے قلعہ دوبارہ قبضے میں لے لیا۔ امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۳۶-۳۷۔

۴۱۔ تواریخ قوم کھشتریاں کے اختتام پر شامل 'تتمہ جات' میں اس واقعہ پر مبنی مغل سرکاری دستاویز 'استشہاد نامہ یعنی صورت حال' کا فارسی متن دیا گیا ہے۔

دیکھیے: امین چند، تواریخ قوم کھشتریاں، ۱۰۲-۹۸۔

۴۲۔ جیسا کہ اوپر ''یار قند'' کے ضمن میں بیان ہوا، انگریز لداخ اور مشرقی ترکستان کے علاقوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا چاہتے تھے، اس ضمن میں ان علاقوں میں باہمی تجارتی تعلقات بڑھانے کے لیے متعدد کاموں کا ڈول ڈالا گیا۔ انھی سرگرمیوں میں ایک ''پالم پور کا میلہ'' (Palampur Fair) بھی تھا۔ پالم پور، دھرم شالا اور کانگڑہ (ہماچل پردیش) سے قریب ایک چھوٹا سا شہر ہے جہاں ۱۸۶۷ء میں ایک تجارتی میلے کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس زمانے میں انگریزوں کی سرپرستی میں کانگڑہ کے علاقے میں چائے کے باغات خاصے پھل پھول رہے تھے۔ پالم پور چائے سے متعلق تجارتی سرگرمیوں کا اہم مرکز بن چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس میلے کے لیے پالم پور کا انتخاب کیا گیا۔ اس زمانے میں یہ سارا علاقہ جالندھر کمشنری کے ماتحت تھا۔ انگریز سول سروس آفیسر، سر تھامس ڈگلس فارسائتھ (Sir Thomas Douglas Forsyth۔ ۱۸۲۷ء-۱۸۸۶ء) اور چائے کے ایک انگریز تاجر رابرٹ شا (Robert Shaw) اس میلے کو قائم کرنے کے مؤید تھے۔ اس میلے کا

افتتاح ۲۸ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو ہوا۔ ہر سال یہ میلہ منعقد ہوا کرتا تھا۔ پہلے سال تو یہ سلسلہ مایوس کن رہا لیکن تیسرے سال ۱۸۶۹ء یہ میلہ خاصا کامیاب رہا۔ لارڈ میو (Lord Mayo) وائسرائے ہند نے بھی میلے میں شرکت کی۔ ۱۸۷۵ء میں یارقند کے سیاسی حالات میں تغیر کے باعث ان تجارتی کاوشوں کو خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ اگلے برسوں میں پالم پور کا میلہ زوال کا شکار رہا اور ۱۸۷۹ء میں یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ دیکھیے:

ایرک مورن[Arik Moran]،"High Tea in Central Asia: Palampur Fair and the Gangra Tea Enterprise"، مشمولہ *South Asia Chronicle*، جلد ۱۰ (برلن: ہمبلڈٹ یونیورسٹی آف برلن، ۲۰۲۰ء)، ۲۴۹-۲۶۶۔

https://www.iaaw.hu-berlin.de/de/region/suedasien/publikationen/sachronik/08-forum-moran-arik-high-tea-in-central-asia.pdf (۲۷ دسمبر ۲۰۲۱ء)

۴۳۔ لوئیس پیلی[Sir Lewis Pelly] کا تعلق ایسٹ انڈیا کمپنی کی افواج سے تھا۔ ۱۴ نومبر ۱۸۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۱ء میں کمپنی کی بمبئ آرمی میں منتخب ہوئے۔ بڑودہ دربار میں اسسٹنٹ ریذیڈنٹ رہے۔ بعد ازاں ہندوستان سے باہر تہران، قندھار، ہرات، خلیج فارس، جزائرِ قُمر، زنجبار، ریاض میں تقریباً بیس برس سفارتی و انتظامی خدمات انجام دیں۔ ۱۸۷۳ء سے ۱۸۷۸ء تک راجپوتانہ میں تعینات رہے۔ بعد کو لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی پائی۔ ۲۲ اپریل ۱۸۹۲ء کو انتقال کر گئے۔ دیکھیے:

چارلس ایڈورڈ بکلینڈ[C. E. Buckland]،*Dictionary of Indian Biography*، ۳۳۲-۳۳۳۔

۴۴۔ فرلو رخصت (Furlough Leave): کسی غیر معمولی صورت حال میں عارضی طور پر لی جانے والی رخصت۔

Bibliography

Abbas, Ali. "Urdū kā Pehlā Naśrī Safarnāma". In *Urdū Duniyā*. New Delhi: National Council for Promotion of Urdu Language, July 2019. 21-24.

Ahmad, Azizuddin. *Panjāb aur Bairūnī Hamla Āwar*. Lahore: Maktaba-i Fikr-o-Danish, 1990.

Buckland, C. E. *Dictionary of Indian Biography*. London: Swan Sonnenschein & Co, 1906.

Cracroft, Major J. E. *Report on the Settlement of the Rawul Pindee District*. Submitted to E. L. Brandreth, Commissioner Rawul Pindee Division, 1864.

Chand, Amin. *Tawārīkh-i Qaum-i Kẖashtriyāṅ*. Delhi: Matba-i Fouq Kashi, 1882.

Cust, Robert Nedham. *Linguistic and Oriental Essays, Fourth Series*. London: Luzac & Co, 1895.

Gazetteer of the Kangra District 1883-84. Vol I. Calcutta: Central Press Co. Ltd., 1884.

Govt. of the Punjab, Mutiny Records Reports. Part 1. Lahore: Punjab Government Press, 1911.

Laal, Kanhaiya. *Tārīkh-i Panjāb*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1990.

Latif, Syed Muhammad. *Tārīkh-i Panjāb*. Lahore: Takhleeqat, 1996.

Lethbridge, Roper. *The Golden Book of India*. London: Macmillan and Co, 1893.

Massy, Charles Francis. *Chiefs and Families of Note in the Delhi, Jalandhar, Peshawar and Derajat Divisions*. Allahabad: Pioneer Press, 1890.

Moran, Arik. "High Tea in Central Asia: Palampur Fair and the Kangra Tea Enterprise." In *South Asia Chronicle*, Vol. 10. Berlin: Humboldt University of Berlin, 2020. 249-266.

Nashad, Arshad Mehmood. "Safarnāma-i Munshī Amīn Chand: Ūrdu kā Āvalīn aur Kamyāb Safarnāmah". In *Junūb Maghrabi Aishīā kā 'ilmī Tanāẑur; Tārīkh, Tehzīb Aur Ādab*. Karachi: Idarah Ma'arif-e Islami, 2016. 175-190.

Nashad, Arshad Mehmood. "Ūrdu kā Āik Nādir-o-Kamyāb Safarnāmah". In *Tehqīqī Jarīda*.

Vol. 3, Issue 1. Sialkot: Government College Women University, Jan-June 2020. 1-12.

Raam, Maalik. “Hafta wār Koh-i Nūr”. In *Tahqiqī Maẕāmīn*. New Delhi: Maktaba Jamia Limited, 1984. 198-242.

Rahman, Naseemah. “Safarnāma-i Munshī Amīn Chand: Tahqīq-o-Tajẓyah”. In *Tahqīq Nāma*. Vol. 12. Lahore: Government College University, Jan 2013. 82-90.

Saleem, Ahmad. “1857 kī Jang-i Āzādi Aur Panjāb”. In *Tārīkh*. Vol 36. Lahore: 2008. 108-128.